قَالَ اللہُ تعالیٰ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْن

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ ھٰذِہِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا ھِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ
لَاتَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم

الکلام الحاوی

فی تحقیق

عبارۃ الطحاوی



مؤلفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ الآیۃ

یعنی زکوٰۃ فقراء اور مساکین کے لیے ہے الخ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ ھٰذِہِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا ھِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَاِنَّھَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ زکوٰۃ وغیرہا لوگوں کے مالوں کی میل کچیل ہے نہ تو وہ میرے لیے حلال ہے اور نہ میری اہل کیلئے

الکلام الحاوی

فی تحقیق

عبارۃ الطحاوی

جس میں بڑی تحقیق اور جستجو سے صحیح احادیث، حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، ائمہ اربعہؒ اور مختلف مکتب فکر کے جمہور فقہاء کرامؒ سے باحوالہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سادات کے لیے زکوٰۃ، عشر، نذر اور اسی طرح واجب قسم کا کوئی بھی صدقہ جائز نہیں اور جن حضرات کو حضرت امام طحاویؒ کی جس عبارت سے جواز کا شبہ ہوا ہے اس کو خوب واضح کیا گیا ہے کہ وہ ہرگز جواز کے قائل نہیں ہیں نیز دیگر کئی ضمنی اور علمی و تحقیقی ابحاث ہیں جو صرف پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ

محمد سرفراز خاں خطیب جامع مسجد گکھڑ — ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ

طبع پنجم .... مئی ۲۰۰۷ء

۳

نام کتاب —— الکلام الحاوی

مؤلف —— شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دام مجدھم

تعداد —— ایک ہزار

مطبع —— مکی مدنی پرنٹرز لاہور

ناشر —— مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

قیمت .... ۶۰/- (ساٹھ روپے)

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی نمبر ۱۶
☆ مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
☆ مکتبہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان
☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ العارفی جامعہ امدادیہ فیصل آباد
☆ مکتبہ نعمانیہ کبیر مارکیٹ لکی مروت
☆ مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد
☆ مکتبہ حنفیہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ
☆ مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ، بنوری ٹاؤن کراچی
☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
☆ دار الکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ مینگورہ سوات
☆ مکتبہ امدادیہ حسینیہ پنڈی روڈ چکوال
☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
☆ مکتبہ رحمانیہ محلہ جنگی پشاور
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
☆ کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ گکھڑ

فہرست مضامین

عرض حال

مضمون چونکہ سب خشک تھا۔ اس لیے مجھے ذاتی طور پر یہ امید نہ تھی۔ کہ کوئی اس رسالہ کو طلب بھی کرے گا۔ مگر چند ہفتوں کے اندر اندر کشمیر دہلی سرحد وغیرہ دور دراز اطراف سے بعض مقتدر علمائے کرام اور طلبائے عظام کے کئی خطوط آئے کہ ہمیں رسالہ بذریعہ وی پی روانہ کر دو۔ اور پنجاب کے کئی مقامات سے بعض علماء کرام اور کئی دیگر حضرات خود سفر کی زحمت برداشت کر کے گکھڑ آئے کہ ہمیں رسالہ دو۔ مگر میں مجبور تھا۔ ان حضرات کو فوراً نہ دے سکا۔ مجبوری یہ تھی۔ کہ احقر نے بعض علماء کرام کے پاس برائے تقریظ و اظہار رائے چند رسائل بھیجے ہوئے تھے اور خیال یہ تھا کہ اگر کوئی مضمون خلاف واقع ہو تو اس کی درستی کر لی جائے اور پھر رسالہ تقسیم ہو۔ بحمداللہ تعالیٰ ذیل کی تقاریظ موصول ہو گئیں اور دل مطمئن ہو گیا اور کتاب تھوڑے ہی عرصے میں نکل گئی۔

تقاریظ علماء کرام

حضرت مولانا الحاج الحافظ فقیہ وقت و ادیب عصر و مفتی دار العلوم دیوبند

مولوی محمد اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد

میں نے رسالہ "الکلام الحاوی" کو اکثر مواقع سے دیکھا اس کے مصنف عزیز مکرم جناب مولانا مولوی محمد سرفراز خان صفدر (سواتی) ہیں۔ فی الحقیقت زمانہ کی ضروریات کی بنا پر یہ مسئلہ محتاج تحقیق تھا مصنف ممدوح نے موجودہ وقت کی بڑی ضرورت

کو پورا کر دیا ہے۔ اس کی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ہے جو کاغذ کی موجودہ گرانی کے اعتبار سے زیادہ نہیں ہے۔ میں دُعا گو ہوں۔ کہ ممدوح کو خداوند عالم صحت و عافیت کے ساتھ حیات طویلہ عطا فرما کر اشاعت اسلام اور دین کے مسائل کی تحقیق نیز اپنی جملہ مرضیات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد اعزاز علی غفرلہ ۴ رجب ۱۳۶۵ھ

حضرت مولانا سید احمد علی سعید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ (سابق نائب مفتی دار العلوم دیوبند)

حضرت مفتی (مولانا محمد اعزاز علی صاحبؒ) نے رسالہ الکلام الحاوی کے بارہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ صحیح وصواب ہے۔ مصنف نے جس تحقیق اور تدقیق سے کام لیا ہے۔ وہ قابل داد ہے۔ اور ضرورت تھی۔ کہ تحقیق اور وضاحت کے ساتھ یہ مسئلہ منظر عام پر آئے اور عام و خاص اس سے مستفید ہوں۔ فقط۔

سید احمد علی سعید نائب مفتی دار العلوم دیوبند، ۵ رجب ۱۳۶۵ھ

حضرت مولانا مسعود احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (سابق مفتی دار العلوم دیوبند)

حضرت مفتی (مولانا محمد اعزاز علی صاحب) مدظلہم نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے صحیح اور صواب ہے۔

احقر مسعود احمد عفا اللہ عنہٗ (دار العلوم دیوبند)

الاستاذ المکرم حضرت مولانا عبد القدیر صاحب دامت برکاتہم کی بھی طویل علمی تقریظ موصول ہوئی جس میں لفظی اغلاط کے علاوہ عربی میں انکی ایک عبارت تھی ہم نے اختصاراً اس کو درج نہیں کیا حضرت کے بعض الفاظ یہ ہیں۔ کہ اصل میں بندہ آپ کے ساتھ متفق ہے۔

عبد القدیر از ڈابھیل۔

دیباچہ

طبعِ دوم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امابعد!

راقم اثیم کو اس بڑھاپے میں بھی تصنیف و تالیف میں کوئی کمال حاصل نہیں جو کچھ ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور مخلص بزرگوں اور دوستوں کی مستجابات دعاؤں کا نتیجہ ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ مگر یہ پیش نظر کتاب راقم اثیم کی بالکل ابتدائی تالیف ہے جس وقت اس سلسلہ کی کوئی شُدھ بدھ نہ تھی اس لیے اس میں لفظی اور معنوی اغلاط کا ہونا کوئی مستبعد بات نہیں ہے نیز مضامین میں ربط اور سلاست بھی مفقود نظر آئے گی عبارت کا ترجمہ بھی قدرے آزاد معلوم ہوگا اور بعض مقامات پر اُردو ادب کی خامیاں بھی نمایاں نظر آئیں گی اور بعض غیر متعلق ابحاث کی بلا ضرورت تفصیل بھی دکھائی دے گی اور بعض حوالے اور خصوصاً بعض مصنفین حضرات کے سنین وفات وغیرہ مکرر بھی نظر آئیں گے غرضیکہ ناتجربہ کاری کی بہت سی کمزوریاں پڑھنے والوں پر نمایاں ہوں گی عدیم الفرصتی کی وجہ سے اتنا وقت میسّر نہیں کہ اس کی از سر نو ترتیب دی جائے یا پوری طرح سے اس کی اصلاح ہی کی جا سکے سر دست بجز سرسری نظر ثانی کے اور بعض بعض مقامات میں حذف و اضافہ اور اصلاح کے اور کچھ نہیں کیا جا سکا اس لیے ان تمام خامیوں سے صرف نظر کر کے اس کا مطالعہ بفضلہٖ تعالیٰ علماء کرام اور طلبہ

عظام کے لیے اور نیز دین کا ذوق رکھنے والے تعلیم یافتہ حضرات کے لیے بھی بیحد مفید ہوگا اور کئی باتیں باحوالہ کھل کر سامنے آئیں گی اور بہت سے مشکل مسائل کی گھتیاں سلجھیں گی اور ٹھوس حوالوں کے شہ پارے مزید علمی معلومات کا ذریعہ قرار پائیں گے راقم اثیم ان حضرات کا بے حد شکر گزار ہوگا جو علمی کوتاہیوں کی نشاندہی کریں گے۔
کئی مخلص ساتھیوں کے شدید تقاضا کے تحت یہ کتاب طبع کرائی جارہی ہے اور اس وقت اس کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے کہ حکومت پاکستان نے شرعی طور پر زکوٰۃ کے نفاذ کا بیڑا اٹھایا ہے اور پاکستان میں سادات بھی بکثرت آباد ہیں تو انشاء اللہ العزیز یہ کتاب حکومت اور عوام سب کے لیے مشعل راہ ثابت ہو سکتی ہے تاکہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کو اُسی طریق سے ادا کریں اور وصول کریں جس طریقہ سے شریعت نے حد بندی کی ہے تاکہ زکوٰۃ وغیرھا دینے والوں کا ذمہ بھی فارغ ہو سکے اور لینے والے بھی حرامخوری سے محفوظ رہیں اللہ تعالیٰ سب کو صحیح دین پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین ثم آمین ۔وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ ومن تبعہ الیٰ یوم الدین۔

احقر الناس ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ
وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

(۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ - ۱۴ مئی ۱۹۸۰ء)

دیباچہ

طبع اوّل

الحمد للہ تعالیٰ کہ جس مسئلہ کے متعلق عرصہ دراز سے عوام الناس ہی کو نہیں بلکہ بعض جیّد علماء کرام کو بھی غلط فہمی رہی اس رسالہ الموسومہ بہا الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی میں اس کو واضح اور صریح حوالوں کے ساتھ باحسن وجوہ روشن کر دیا گیا ہے صحیح احادیث، معتبر کتب تفاسیر، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین اور جمہور سلف و خلف اور کتب فقہ مذاہب حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اور کتب اہل الظاہر اور غیر مقلدین حضرات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سادات کو صدقات واجبہ لینے اور ان کو دینے ناجائز ہیں اور اسی طرح بعض سادات آپس میں بھی ایک دوسرے کو نہیں دے سکتے اور نہ کوئی سید عامل بن کر زکوٰۃ کی مد سے بطور اجرت کچھ لے سکتا ہے ہاں نفلی صدقات اور قربانی کا چمڑا وغیرہ ان کے لیے جائز ہے اس کے علاوہ سادات کی تفسیر کہ وہ کون حضرات ہیں؟ نیز اہل بیت کی تشریح اور ان سے صحیح معنیٰ میں محبت رکھنے والے اور ان کے ساتھ دغا کرنے والوں کا نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اور شہید کرنے والوں کا اور حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا مختصر علمی تعارف بھی اس رسالہ میں کیا گیا ہے وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔

محمد سرفراز خان صفدر ولد نور احمد خان مرحوم دسواتی

ہزاروی، سرحدی، فاضل دیوبند، خطیب جامع مسجد گکھڑ

۲۵ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ اما بعد

سببِ تالیف

نزلوا بمکۃ فی قبائل نوفل   ونزلتُ بالبیداء ابعد منزلِ

دنیا میں کوئی کام نہیں جس کا کوئی نہ کوئی سبب نہ ہو۔ بغیر سبب و علت کے نہ تو کوئی سفر کرتا ہے نہ نقل و حرکت اگر چارپائی پر آرام سے لیٹتا ہے تو بھی کوئی وجہ ہوتی ہے کہ بیمار ہے یا تھکاوٹ دُور کرنا مقصود ہے۔ یا غلبۂ نیند ہے یا کوئی اور وجہ۔ بغیر کسی محرک کے دنیا کا کوئی کام نہیں ہوتا یہ ایک ایسا قاعدہ ہے جس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

میری اس مختصر سی تصنیف کا سبب یہ ہے کہ میں[1] ۲۴ر جولائی ۱۹۴۴ء

---

[1] دوسرا سبب یہ ہے جو میری اس تصنیف کا زیادہ محرک ہے کہ میری پھوپھی صاحبہ مرحومہ اور بڑی ہمشیرہ صاحبہ سادات کے گھر میں ہیں۔ میں جب کبھی جاتا ہوں تو ان میں سے بعض کی کاروائی دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی تمام زکوٰۃ اور عشر و صدقہ فطر و کفارۂ قسم و نذر وغیرہ سیّدوں کو کھلاتے ہیں اور دیتے ہیں اور ان کو دینا زیادہ ثواب سمجھتے ہیں مجھے وہاں کے بعض علماء کی ان بے عنوانیوں اور بے اعتدالیوں سے بہت ہی شکایت ہے کہ دورانِ قرآن اور حیلہ اسقاط کے لیے تو متروک و مردود قول بھی تلاش کر لیتے ہیں اور جوازِ انتفاع بالمرہون وغیرہ کے لیے ایسی ایسی ناجائز تاویلات کرتے ہیں جو یہود کی تاویلات کو بھی شرما دیتی ہیں اور یہ مسئلہ جو حضرات ائمہ اربعہؒ و اہل ظاہر و غیر مقلدین بلکہ جمہور اہل اسلام کا متفق علیہا ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان میں سے بعض باوجود دعوے کے ہم سیّد ہیں زکوٰۃ وغیرہ اپنے سیّد بھائیوں کو دیتے ہیں یا تو اس مسئلہ پر بھی پردہ ڈالتے ہیں۔ جیسا کہ اکثر دوسرے مسائل حقہ ان کی تقریباً اٹھارہ گز دستار میں لپٹے ہوئے

باقی صفحہ ۱۴ پر

کو مقام گکھڑ سے ایک ماہ کی چھٹی لے کر بعض مخلص احبہ (جناب حکیم فضل داد خاں عباسی و جناب مولانا محمد عسکری فاضل دیوبند) کے اصرار پر کوہ مری گیا وہاں میرا پہنچنا ہی تھا کہ بعض مقامی مشہور مسائل میرے سامنے پیش ہوئے جن میں سے بعض تو ایسے لچر پوچ تھے کہ جن کی نسبت کسی ذی علم کی طرف غیب قبیح ہے۔ میرا پہلے تو ارادہ تھا کہ اسی سبب تالیف میں بعض کا رد کر دوں مگر چند اہم وجوہ کی بنا پر ان کو یہاں نہیں لکھ سکتا۔ میرا ارادہ ہے کہ اگر زندگی نے ساتھ دیا تو ان کے لیے بھی مستقل قلم اٹھاؤں گا اگر خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی وماذلك على الله بعزيز۔ (الحمد للہ تعالیٰ کہ اب ان میں سے بیشتر مسائل مختلف کتابوں میں آ چکے ہیں)

عجیب بات تو یہ ہے کہ ان ناجائز مسائل پر اڑنے والے اکثر ائمہ مساجد ہیں ان صوفی نما غارت گروں اور گندم نما جو فروشوں نے عام سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

بقیہ حاشیہ

پوشیدہ رہتے ہیں یا ان غریبوں کو یہ عبارات دیکھنے کی نوبت ہی نہیں آتی ان علماء میں سے ایک آدمی سمجھدار اور منصف مزاج اور حق گو بھی تھے مگر ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد، مشہور مثال ہے۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں ۔۔۔ اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

اغلب ہے کہ میری یہ مختصر سی تصنیف ان کے لیے پیغام موت کے مترادف ہوگی اور جہلا کو پھانسنے کی بے شمار راہیں نکالیں گے لیکن میں بلا خوف لومۃ لائم کہتا ہوں کہ سہ بذی الغباوۃ من انشادها ضرر۔ کما تضر ریاح الورد بالجعل اگر مجھے خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو ان مسائل پر بھی مستقل قلم اٹھاؤں گا جن کے پردے میں وہ اپنے قاضی (پیٹ) کو راضی کرتے ہیں اور جب میں کامیاب ہو گیا تو ببانگ دہل ان سے کہہ دوں گا۔ ؎

بگوش ہوش سنو ہم سنائے دیتے ہیں ۔۔۔ جو کچھ حجاب ہے وہ بھی اٹھائے دیتے ہیں

جہالت کی فراوانی نے علم کا جنازہ نکال دیا ہے۔ اب اگر کوئی حق کی آواز سنائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں سے مخاطب ہے۔ مذہبی اصول اس طرح ضائع کر دیے گئے ہیں کہ جس طرح کسی زمانہ میں مسلمانوں نے دنیا سے جہالت کو نکالا تھا کفر و شرک کو مٹایا تھا۔ بدرسوم اور بدعات کا خاتمہ کیا تھا۔

منجملہ ان مسائل کے ایک مسئلہ یہ بھی تھا جس کے درپے ہم ہیں کہ بنی ہاشم (سادات) کو زکوٰۃ لینی جائز ہے۔ اور وہاں کے ایک بہت بڑے امام مسجد نے (جو وہاں کے علاقہ میں مانے ہوئے ہیں اور سب ائمہ مساجد کے سردار ہیں) اپنے ایک حواری کو ایک رقعہ دیا کہ جا کر راقم الحروف کو بتلاؤ کہ ہم عباسی ہیں اور ہمارے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے دیکھو نہر الفائق اور جامع الرموز اور انواع مولوی عبداللہ وغیرہ میں لکھا ہے۔ احقر نے وہاں جو کتب حدیث وفقہ دستیاب ہو سکیں ان کی طرف مراجعت کی۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف اور فتاویٰ قاضی خان اور عالمگیری وغیرہ کا مطالعہ کیا۔ تو ان میں لکھا تھا کہ بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ وصدقات جائز نہیں البتہ نور الایضاح میں لکھا تھا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ جواز کے قائل ہیں۔ احقر کو کچھ شبہ سا پڑ گیا جب میں واپس اپنی جائے رہائش مقام گکھڑ ضلع گوجرانوالہ آیا تو بعض علماء سے پوچھا کہ کیا امام طحاویؒ اس کے قائل ہیں تو انہوں نے بھی کہہ دیا کہ ہاں امام طحاویؒ اس کے قائل ہیں میں نے جب امام طحاویؒ کی مشہور تصنیف شرح معانی الآثار دیکھی تو مجھے وہ مطلب جو وہ علمائے کرام بیان فرماتے تھے سمجھ نہ آیا بلکہ یہی سمجھ آیا کہ امام طحاویؒ بھی عدم جواز کے قائل ہیں چنانچہ میں نے جب اپنے دلائل پیش کیے تو بعض علماء نے وہ باب جو امام طحاویؒ نے صدقات علی بنی ہاشم پر قائم کیا ہے۔ دوبارہ اور سہ بارہ دیکھا بعض نے تو سکوت اختیار کیا اور بعض کہا کہ جیسا یہ عبارت ہے اس سے تو وہی مطلب سمجھا جاتا ہے۔ جس کو تم (یعنی احقر راقم الحروف) سمجھے ہو مگر چونکہ ہم نے اپنے اساتذہ سے اور فلاں فلاں عالم سے

سے سنا ہے۔ کہ امام طحاویؒ جواز کے قائل ہیں اس لیے ممکن ہے کہ کتاب کا کوئی دوسرا نسخہ صحیح ہو اور اس میں یہ عبارت صحیح لکھی گئی ہو۔ پھر احقر کو شبہ پڑا اور متعدد مطابع کے چھپے ہوئے نسخے جو میسّر ہو سکے دیکھے مگر وہی عبارت ملی مطلب حل نہ ہو۔ اور اس کے لیے ایک لمبا سفر دار العلوم دیوبند کا احقر نے اختیار کیا وہاں بعض علماء سے مراجعت کی اور بعض کتب جو میسّر ہو سکیں ان سے ضروری ضروری اقتباسات جو ہدیۂ ناظرین ہوں گے لکھ کر لایا کچھ کتب گوجرانوالہ حضرت مولانا عبد العزیز صاحبؒ (المتوفی ۱۳۵۹ھ) کے کتب خانہ سے میسّر ہوئیں۔ وہ علماء کرام جن سے مجھے اس مسئلہ میں مدد ملی بعض یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا مولوی عبد الواحد صاحب خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ۔ ۲۔ جناب استاذی و سابق مفتی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ۔ ۳۔ اور جناب استاذی مولانا الحافظ الحاج محمد ادریس صاحبؒ سابق مدرس دار العلوم دیوبند۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین

اس تصنیف سے مراد محض دین کا ایک صحیح مسئلہ پیش کرنا ہے تاکہ صدقات دینے والے بھی احتیاط کریں اور لینے والے بھی کیونکہ شریعت وہی ہے جو آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے پیش کی اور حضرات صحابۂ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ اور ائمہ دینؒ نے اس کو مخلوقِ خدا تک پہنچایا۔ ہم اپنی طرف سے کسی چیز کو جائز و ناجائز نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ یہ حق کسی مخلوق کو حاصل ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو میرے لیے بھی اور سب حضرات کے لیے بھی جو اس سے متمتع ہوں باعثِ اجر بنائے۔ اگر میرے اس رسالے میں کوئی چیز خلافِ حق نظر آئے تو میں اس صاحب کا بڑا مشکور ہوں گا جو مجھے آگاہ کرے اور مجھے اس کے صحیح کرنے میں کوئی بھی عذر نہ ہوگا۔ فرحم اللہ امرأً انصف ولم یتعسف۔

نیز یہ گذارش ہے کہ اس رسالہ میں جو اعتراض کسی موقع پر ذہن میں پیدا ہو تو اس کو لکھ کر پاس رکھ لیں امید ہے کہ اسی رسالہ کے کسی دوسرے مقام سے حل ہو جائے گا۔ ورنہ علماء سے دریافت کر لیں۔ ربنا ارنا الحق حقا۔ والباطل باطلا۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔

بندۂ ناچیز

محمد سرفراز خان صفدرؔ ہزاروی سرحدی (فاضل دیوبند)

خطیب جامع مسجد گکھڑ (پنجاب)

(۲۵ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ)

الحمد لله وکفی وسلام علی عباده الذین اصطفی۔ خصوصاً علی سیّد الانس والجن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ و اصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین۔ اللّٰھم لا تجعلنی ممن قیل فیہ من لم یعرف الفقہ فقد صنف فیہ کتابا۔ علیک اتوکل وبک استعین فانک ولی التوفیق ونعم المعین ٥

میری اس مختصر سی تصنیف کے چھ باب ہو لے گئے پھر خاتمہ اور آخر میں ضمیمہ۔ پہلا باب زکوٰۃ کا لغوی معنیٰ و تاریخ فرضیت زکوٰۃ ہیں۔ دوسرا باب قرآن کریم سے مصارف زکوٰۃ وتفاسیر معتبرہ سے حل مطلب ہیں۔ تیسرا باب احادیث نبویہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام سے استدلال۔ چوتھا باب شروح حدیث سے استدلال۔ پانچواں باب کتب فقہ و فتاویٰ سے ثبوت۔ چھٹا باب امام طحاویؒ کی عبارت کا مطلب اور حل۔ خاتمہ۔ نذر عشر اور صدقہ فطر وغیرہ کا معنیٰ اور ان کے ضروری احکام اور اخر میں ضمیمہ ہے۔ پہلے باب کو مقدمہ سمجھ لیں۔ باقی پانچ مقاصد کے ہیں اور آخر میں خاتمہ ہے اور پھر اس کے بعد ٹھوس معلومات پر مشتمل ضمیمہ ہے۔

پہلا باب

لغت میں زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی اور طہارت کے ہیں

ففی النووی للعلامۃ ابی زکریا شرف الدین النووی المتوفی سنہ ۶۷۶ھ جلد ا ص۳۱۵ الزکوٰۃ فی اللغۃ النماء والتطہیر فالمال ینمی بہا من حیث لا یریٰ وھی مطہرۃ لمؤدیہا من الذنوب وقیل ینمی اجرہا عند اللہ وسمیت فی الشرع زکاۃ لوجود المعنی اللغوی فیہا وقیل لانہا تزکی صاحبہا وتشہد بصحۃ ایمانہ کما قال علیہ السلام الصدقۃ برھان وسمیت صدقۃ لانہا دلیل لتصدیق صاحبہا و صحۃ ایمانہ بظاہرہ وباطنہ انتہی وفی فتح الملہم جلد۳ ص۱ لعلامۃ العصر مولانا شبیر احمد عثمانی رح بعد ما نقل کلام النووی ولہا

چنانچہ امام نوویؒ شافعی شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کا معنی لغت میں بڑھ جانے اور پاک کرنے کے آتا ہے پس مال بسبب زکوٰۃ ادا کرنے کے بڑھ جاتا ہے جو ظاہر میں محسوس نہیں ہوتا اور پاک کر دیتا ہے زکوٰۃ ادا کرنے والے کو گناہوں سے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا اجر خدا تعالےٰ کے بڑھ جاتا ہے اور شریعت میں بھی اسی لغوی معنی کی مناسبت سے لیا گیا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مال زکوٰۃ۔ زکوٰۃ دینے والے کی صفائی پیش کرتا ہے۔ اور گواہی دیتا ہے اس کے ایمان کے صحیح ہونے پر جیسا کہ فرمایا گیا صدقہ برہان (دلیل) ہے اور اس لیے صدقہ بھی کہتے ہیں کہ دینے والے کے ایمان کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ ظاہراً وباطناً۔ انتہی ـــــ علامہ شبیر احمد صاحب دیوبندیؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کے اور بھی معانی آتے

معان اُخر البرکۃ یقال زکت البقعۃ اذا بورک فیھا۔ والمدح یقال زکی نفسہ اذا امدحھا والثناء الجمیل یقال زکی الشاھد اذا اثنی علیہ وکلھا توجد فی المعنی الشرعی الخ

ہیں مثلاً برکت کہا جاتا فلاں حصۂ زمین بڑا متبرک ہے۔ اور مدح اور تعریف کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور صفائی کے معنی میں بھی آتا ہے اور یہ سب معانی شرعی معنی میں موجود ہیں دمال میں برکت بھی ہوتی ہے دینے والا قابل تعریف بھی ہوتا ہے اور اس کی ظاہری و باطنی صفائی بھی ہوتی ہے

اور اس کا شرعی معنی علماء حنفیہ کثر اللہ تعالیٰ جماعتھم کے نزدیک جیسا کہ فتح الملہم جلد ۳ صـ۱ میں در المختار سے نقل کیا ہے یہ ہے۔

تملیک جزء معین من مسلم فقیر غیر ھاشمی ولا مولاہ مع قطع المنفعۃ عن المملک من کل جھۃ للہ تعالیٰ انتہی۔

مال کی ایک خاص جزء کا مسلمان محتاج کو جو سید نہ ہو اور اس کا غلام بھی نہ ہو مالک بنا دینا اور مالک بنانے والے کا اس میں کوئی بھی نفع باقی نہ رہے بغیر رضا الٰہی کے۔

سن فرضیت

رہا زکوٰۃ کی فرضیت کا سال تو اس میں علماء تاریخ اور محدثین کا اختلاف ہے کہ آیا زکوٰۃ مکہ میں فرض ہوئی یا مدینہ میں ہم چونکہ اپنے اس رسالہ کو بہت ہی مختصر کرنا چاہتے ہیں اس لیے مختصر مگر کام کی بات لکھ دیتے ہیں حضرات محدثینؒ اور ارباب تاریخ کا خیال ہے کہ زکوٰۃ مدینہ میں ہجرت کے بعد فرض ہوئی ان میں سے ایک امام نوویؒ ہیں اور اسی کے قائل ہیں علامہ ابن الاثیر الجزریؒ المتوفی سـ۶۰ھ جو مشہور مؤرخ بھی ہیں) اور جو روایت ان بزرگوں نے اپنے استدلال میں پیش کی ہے (ثعلبہ بن حاطب والی) فتح الملہم جلد ۳ صـ۱ میں اس پہ کلام کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں حدیث ضعیف لا یحتج بہ انتہیٰ یہ ضعیف حدیث ہے اس سے حجت قائم نہیں ہوسکتی دوسرا گروہ مثلاً حافظ ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر قرشی دمشقی شافعیؒ المتوفی ۷۷۴ھ

وغیرہ فرماتے ہیں کہ نفس زکوٰۃ تو مکہ مکرمہ میں نازل ہو چکی تھی مگر نصاب مدینہ منورہ میں نازل ہوا چنانچہ مفسر موصوف سورۃ مزمل اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ آلایۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں جلد ۴ ص ۴۳۹

وھذا یدل لمن قال بان فرض الزکوٰۃ نزل بمکۃ لکن مقادیر النصب والمخرج لم تبین الا بالمدینۃ ۔

اس میں صاف دلیل ہے ان کے لیے جو کہتے ہیں کہ زکوٰۃ مکہ میں نازل ہوئی کیونکہ سورۃ مزمل سب مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ موجود ہے) اور اس کا نصاب مدینہ میں نازل ہوا۔

اور اس کے دلائل اور بھی ہیں مثلاً

۱۔ تو یہ کہ جو گروہ مدینے میں فرض مانتا ہے وہ ۸ھ میں فرض کہتا ہے اور ۹ھ میں عاملین زکوٰۃ کے تقرر کا قائل ہے۔ حالانکہ سورۃ المومنون۔ سورۃ النمل اور سورۂ لقمان وغیرہا مکی سورتیں ہیں اور ان تمام میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا ذکر صریح الفاظ میں موجود ہے اور کوئی مجبوری نہیں کہ لفظ زکوٰۃ کو اس کے شرعی معنیٰ سے پھیر کر کوئی اور معنیٰ لیا جائے ۔

۲۔ حضرت ابوسفیانؓ اسلام سے پہلے ۶ھ میں قیصر روم کی ملاقات کرتے ہیں اور دوران تقریر میں فرماتے ہیں بخاری جلد ۱ ص ۱۸۷ فقال یامرنا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ الخ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں حکم کرتے ہیں نماز اور زکوٰۃ کا الخ

۳۔ مسند احمد جلد ۱ ص ۲۰۲ عن جریر بن عبداللہ البجلیؓ کہ جب حضرت جعفر طیارؓ نے دربار نجاشی میں تقریر کی تو اس میں یہ بھی فرمایا یامرنا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ الخ حالانکہ مہاجرین حبشہ ۵ نبوت کو وہاں گئے تھے تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ نفس زکوٰۃ کا حکم مکہ مکرمہ میں نازل ہو چکا تھا۔

فائدہ:۔ حضرت جعفرؓ کی اس روایت میں جس نماز کا ذکر ہے اس سے صلوٰت خمسہ مراد نہیں کیونکہ ان کی فرضیت بعد کو ہوئی بلکہ اس سے نفلی نماز مراد ہے ۔ (وکذا الصوم) جو ابتدائے اسلام ہی سے مشروع تھی۔

۴۔ جن مکی سورتوں میں زکوٰۃ کا لفظ آیا ہے تو بغیر کسی تاویل کے صحیح ہوگا۔ اور اگر مدینہ میں فرضیت ہو جیسا کہ طائفہ اُولیٰ کا خیال ہے تو تاویل کرنی پڑے گی کہ زکوٰۃ سے تزکیۂ نفس وغیرہا مراد ہے تو جب بلا تکلف مطلب بن سکتا ہے تو تاویل کی کیا ضرورت ہے، وھو الحق۔

مطلب یہ ہوا کہ زکوٰۃ کے نصاب سے پہلے جتنا کسی کی طاقت ہوتی دے دیتے یا جو بھی ضرورت سے زائد ہوتا دے دیتے۔ جیسا کہ بخاری مع فتح الباری جلد ۳ ص ۲۱۶ میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ مقدار نازل ہونے سے پہلے سب کچھ صرف کر دینے کا حکم تھا۔

فائدہ ۔ پہلی امتوں پر بھی زکوٰۃ تھی ۔

۱۔ بنی اسرائیل کو حکم تھا اقیموا الصّلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ۔ الآیۃ ۔ ۲۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا قصّہ قرآن نے نقل کیا ہے وکان یأمر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ الآیۃ (۳) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا واوصانی بالصّلوٰۃ والزکوٰۃ الآیۃ

تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر جانوروں اور پیداوار زمین پر عُشر تھا۔ احبار ۲۷ ۔ ۳۰ ۔ ۳۱ اور مقدار آدھا مثقال مفہوم ہوتی ہے ۔ خروج ۳۰ ۔ ۱۳ ۔ ۱۵ ۔

یہ مال غریبوں پر اور بیت المقدس کی درستی پر صرف ہوتا ہے ۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مضمون خیرات ۔

دوسرا باب

قرآن کریم میں جہاں اکٹھے مصارف بیان کئے گئے ہیں وہ یہ آیت کریمہ ہے اور اس کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دہلوی (المتوفی سنہ ۱۲۳۰ھ) سے نقل کیا گیا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ
وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ
وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي
سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ الآية

سوائے اس کے نہیں کہ خیرات واسطے فقیروں کے
اور محتاجوں کے اور عمل کرنے والوں کے اوپر تحصیل اس کی کے
اور جن کو کہ الفت دلائے جاتے ہیں دل ان کے اور بیچ آزاد
کرنے گردنوں کے اور قرضداروں کو اور بیچ راہ اللہ کے اور مسافروں کو الخ

اور شاہ صاحب موصوفؒ فرماتے ہیں جس کے پاس مال نہ ہو وہ مفلس ہے گو کہ حاجت چلی جاوے (چلتی رہے) جیسے کہ ہر روز کے محنتی اور محتاج جن کی حاجت بند ہو اور اس کام پر چلنے والے زکوٰۃ کے عامل مہینہ (ماہواری تنخواہ) پاویں موافق خرچ کے وہ دل جس کا پرچانا ہے (الفت دلانی ہے) کہ وہ لوگ تھے کہ طمع پر مسلمان ہوئے اب علماء ان کو نہیں گنتے اور گردن چھڑانے غلام کی آزادی (شرعی غلام جواب اکثر دنیا میں مفقود ہے) یا قیدی کی اور تاوان والا جو قرضدار ہو اگرچہ مالدار ہو پر قرض کے برابر نہ رکھتا ہو۔ اور اللہ کی راہ یعنی جہاد کا خرچ اور مسافر جو بے خرچ ہو اگرچہ گھر میں سب کچھ موجود رہتا ہو۔ انتہیٰ۔ یہ آٹھ قسم کے مصارف ہیں لیکن مؤلفۃ القلوب کا حکم اب نہیں جیسا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے ؎ میں تصریح کی ہے۔ اور حضرت

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۱۳۶۲ھ) تفسیر بیان القرآن جلد ۴ ص ۱۲۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں اجماع[1] ہو چکا ہے کہ مؤلفۃ القلوب اب مستحق نہیں - اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن المنذر[2] وابن ابی حاتم[3] وابو الشیخ[4] والبخاری[5] فی تاریخہ عن ابن جبیر والشعبی وعبیدۃ السلمانی رحمہم اللہ کذا فی الدر المنثور (وفی اصول کرخی ص ۷ قلنا انتسخ ذلک باجماع الصحابۃ[6] انتہیٰ۔ ہم کہتے ہیں کہ اجماع صحابہ ہو چکا ہے اس کے نسخ پر) اور مولانا موصوفؒ فرماتے ہیں کہ مسئلہ اسلام اور قدر نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیۃ کا مالک و قابض ہونا سب میں شرط ہے۔ بجز عاملین و محصلین زکوٰۃ کے جو کہ سلطان اسلام کی طرف سے مقرر ہوں کہ ان کو باوجود غنی ہونے کے بھی اسی زکوٰۃ سے بطور اجرت کے دینا جائز ہے۔

مسئلہ:- بنی ہاشم (سیدؔ) میں سے نہ ہونا تمام اصناف میں شرط ہے انتہیٰ۔ بقدر الحاجۃ۔

فائدہ:- نور الایضاح ص ۱۸۸ (مولفہ حسنؒ بن عمارؒ بن علی المصری الشرنبلالی (شبرابلولا قریۃ

---

[1] اجماع صحابہؓ کا حجت ہونا یہ ایک مستقل بحث ہے مگر ہم چند اشارے کر دیتے ہیں منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ جلد ۱ ص ۲۵۶ وازالۃ[2] الخفاء جلد ۱ ص ۱۱۶۔ وفتح الباری[3] جلد ۵ ص ۱۱۹ واعلام[4] الموقعین جلد ۱ ص ۶۷ وبدائع[5] الفوائد جلد ۴ ص ۷۷ وطبقات[6] سبکی جلد ۱ ص ۲۶۲ وعمدۃ[7] القاری جلد ۳ ص ۲۲۳۔ وکتاب[8] العلم لابن عبد البر جلد ۲ ص ۸۳۔ واحکام[9] للعلامۃ آمدیؒ جلد ۲ ص ۱۴۰ وسیر[10] من رای لا محدیث ج ۲ ص ۴۸ ملاحظہ کریں۔ فَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ واللفظ لابن حجرؒ فتح الباری جلد ۱۳ ص ۲۶۶۔ ان اہل السنۃ والجماعۃ متفقون علیٰ ان اجماع الصحابۃ حجۃ۔ سب اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع حجت ہے اور نیز ان کتابوں میں سے بعض میں یہ تصریح موجود ہے کہ اقوال صحابہ کرامؓ جب کہ ایک دوسرے کے مخالف نہ ہوں حجت ہیں ۱۲۔

من قری المصر، المتوفی ۱۰۶۹ھ میں ہے۔

فرضت (ای الزکوٰۃ) علی حرٍ مسلمٍ مکلفٍ، مالکٍ لنصاب من نقد ولو تبرًا اوحلیًا او آنیۃ او ما یساوی قیمتہ من عروض تجارۃ فارغ عن الدین وعن حاجۃ الاصلیۃ نامٍ ولو تقدیرًا وشرط وجوبہا حولان الحول علی النصاب الاصلی

زکوٰۃ فرض ہے مسلمان پر آزاد پر (جو شرعی آزاد ہو غلام و لونڈی نہ ہو) بالغ پر جو نصاب کا مالک ہو نقدی ہو یا سونے کا ٹکڑا یا چاندی کا یا ان دونوں کے زیورات ہوں یا برتن یا سامان تجارت ہو جو نصاب کی قیمت کے مساوی ہو جو قرض سے بھی فارغ ہو اور حاجت اصلیہ سے بھی فارغ ہو اور بڑھنے والا ہو اگرچہ تقدیرًا اور اس کے وجوب کی شرط یہ ہے کہ اصلی مال پر سال گذر جائے۔

مسئلہ:- سونا ساڑھے سات تولے ہو یا اسی مقدار کا برتن یا زیور ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ مسئلہ:- چاندی ساڑھے باون تولے یا اتنی مقدار کا برتن یا زیور ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ مسئلہ:- اگر ایک کا نصاب اتنا نہ ہو مثلاً ساڑھے سات تولے سونا نہیں کچھ کم ہے اور ساڑھے باون تولے چاندی نہیں کم ہے تو دونوں کو ملا کر دیکھیں اگر دونوں مل ملا کر ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی کی مقدار کو پہنچ جاویں تو زکوٰۃ فرض ہوگی۔ اگر مل ملا کر بھی ایک کے نصاب کو نہ پہنچتے تو زکوٰۃ فرض نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر کچھ سونا کچھ چاندی کچھ سامانِ تجارت ہے، تو سب کو ملا کر ایک کا نصاب پورا کریں گے۔ اگر سب ملا کر بھی ایک کے نصاب کو نہ پہنچے تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

نوٹ:- یہ کہہ دینا کہ جی سونا تو بہت مہنگا ہے۔ مثلاً ۸۴[1] روپے تولہ اور چاندی سستی تو اگر ہم نے سونے کا نصاب پورا کرنا ہو تو بسا اوقات نہیں

---

[1] جب یہ کتاب لکھی گئی تھی اُس وقت سونے کا یہ بھاؤ تھا اب تو سونے کی قیمت تقریباً دو ہزار روپیہ فی تولہ ہے ۱۲۔

پورا ہوتا۔ اور چاندی کا لحاظ کریں تو بن جاتا ہے تو شریعت نے یہ حکم کیوں دیا حالانکہ سونا بہت قیمتی ہے چاندی اتنی قیمتی نہیں تو اس کا جواب اوّل تو یہ ہے کہ ہم شریعت کے ہر حکم کی علت و لِم سمجھنے سے قاصر ہیں ہزاروں حکم جن کی ہمیں علت نہیں سمجھ آتی مگر کرتے ہیں اس کو بھی یونہی کریں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ شریعت نے فقراً کا لحاظ کیا ہے تو اگر سونے کا نصاب نہیں بن سکتا تو چاندی کا بن جاوے گا جس میں فقراً کے لیے ان کا حصّہ نکل آوے گا۔

ہدایہ اولین ص ۱۷۵ میں ہے ویُقوّمہا بما ھو انفع للمساکین احتیاطاً لحق الفقراء۔ یعنی سونے اور چاندی میں سے اس کا نصاب بنائے جس میں فقراء کا نفع ہو تو جب چاندی سستی ہے تو وہی انفع ہوگی کیونکہ اس میں نصاب زکوٰۃ کا ہو جائے گا بخلاف سونے کے کہ اس کا نصاب نہیں بنے گا۔

مسئلہ:۔ زکوٰۃ میں چالیسواں حصّہ دینا فرض ہوتا ہے تو ساڑھے سات تولے سونے کا چالیسواں حصّہ تقریباً دو ماشے ڈھائی رتی سونا ہوگا۔ اور چاندی ساڑھے باون تولے کا چالیسواں حصّہ تقریباً ایک تولہ چار ماشہ ایک رتی ہوگا۔

مسئلہ:۔ زکوٰۃ میں سونا چاندی دیں یا ان کی قیمت دیں دونوں جائز ہیں عند الحنفیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

رجع الحدیث

احکام القرآن جلد اص ۱۳۱ میں امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفیؒ (المتوفی ۳۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

قال اصحابنا من تحرم علیہم الصدقۃ منہم آل العباسؓ وآل علیؓ وآل جعفرؓ وولد	ہمارے حنفی بزرگوں نے کہا ہے کہ جن پر صدقات حرام ہیں وہ یہ ہیں اہل عباسؓ، اہل علیؓ اہل جعفرؓ و اہل حارث سب کے سب اور امام

الحارث بن عبد المطلب جميعًا
وحكى الطحاویؒ عنهم (اى اصحابنا)
انه روى عن ابى حنيفة وليس
بالمشهور ان فقراء بنى هاشم
يدخلون فى اٰية الصدقات و
قال ابو يوسفؒ ومحمد لا يدخلون
الى ان قال و روى ابن سماعةؒ عن
ابى يوسفؒ ان الزكوٰة من بنى
هاشم تحل لبنى هاشم
ولا تحل من غيرهم لهم
وقال مالكؒ لا تحل الزكوٰة لاٰل
محمد صلى الله عليه وسلم
والتطوع يحل - وقال الشافعیؒ
تحرم صدقة التطوع علىٰ
بنى هاشم - والدليل على
ان الصدقة المفروضة محرمة
علىٰ بنى هاشم - حديث ابن
عباسؓ ما خصنا الحديث وفيه
وان لا ناكل الصدقة وحديث
التمرة قال عليه السلام لولا انى
خشيت انها من الصدقة

طحاویؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت نقل کی ہے
کہ فقراء سادات پر صدقات جائز نہیں لیکن یہ روایت
امام ابوحنیفہؒ سے غیر مشہور ہے (مشہور روایت
امام ابوحنیفہؒ کی یہی ہے کہ بنوہاشم پر صدقات جائز نہیں
اگرچہ فقیر ہوں وہو المفتی بہ) اور امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ
فرماتے ہیں کہ بنوہاشم پر زکوٰۃ جائز نہیں روایۃً وحدۃً
ابو یوسفؒ سے محمد بن سماعہؒ نے نقل کیا ہے کہ بعض
بنوہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں لیکن غیر بنی ہاشم
کی زکوٰۃ ان کو روا نہیں اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہل کے لیے صدقہ
واجبہ جائز نہیں نفلی جائز ہے - اور امام شافعیؒ فرماتے
ہیں کہ نفلی بھی بنوہاشم پر حرام ہے - اور اس بات
کی دلیل کہ حضور کی آل پر صدقہ مفروضہ حرام ہے
حضرت ابن عباسؓ کی حدیث (کسی نے سوال کیا کہ
کیا حضورؐ نے اہل بیت کو کوئی خاص کی وصیت
یا احکام کا حکم دیا جس طرح کہ شیعہ کا خیال ہے
کہ حضرت علیؓ کو خلافت کا وصی بنایا) کہ ہمیں
کوئی خاص حکم نہیں دیا مگر یہ کہ ہم لوگوں کے صدقات
نہ کھائیں - الحدیث اور حضورؐ کو ایک کھجور ملی تو فرمایا
کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہو کہ یہ صدقہ کی ہوگی تو میں اٹھا کر کھا
لیتا (نیز حضرت حسنؓ یا حسینؓ نے ایک کھجور منہ میں ڈال

لَا كلتها۔ اوکما قال فثبت بِهٰذه الاخبار تحريم الصدقة المفروضة عليهم انتہی۔

لی توحضور نے فرمایا کہ ہمارے لیے صدقہ جائز نہیں پھینک دو) توان احادیث سے ثابت ہوا کہ صدقہ مفروضہ اہل النبی علیہ السلام کے لیے جائز نہیں ہے۔

فائدہ:۔ امام طحاویؒ نے جو امام ابوحنیفہؒ سے روایت نقل کی ہے اس کو لیس بمشہور کہا ہے۔ اس بات کو یاد رکھنا کہ آئندہ بحث نزاع میں کام آئیگی۔

اور روح المعانی جلد ١٠ صـ١٠٨ طبع مصر (علامہ سید محمود آلوسی الحنفی مفتی بغداد والمتوفی سنہ ١٢٧٠ھ[1]) میں لکھتے ہیں

ومن ههنا قالوا لا تحل العمالة لهاشمی لشرفه ويحل للغنی الی ان قال والتحقيق۔ ان لهذا العمل شبها بالاجرة فيجوز للغنی وشبها بالصدقة فيحرم علی الهاشمی۔ الی ان قال وصرح فی الغاية (اسم کتاب) بعدم صحة کون العامل هاشمیًّا

اسی لیے حضرات فقہاء کہتے ہیں کہ سید کو عامل زکوٰۃ (جو آدمی سلطان الاسلام کی طرف سے زکوٰۃ اکٹھا کرنے پر مامور ہو) بننا جائز نہیں اور غنی کو جائز ہے۔ اور اس میں تحقیق یوں ہے کہ اس فعل کو مشابہت ہے من وجہ ساتھ اجرت کے تو اس وجہ سے غنی کے لیے جائز ہے اور مشابہت ہے من وجہ صدقہ سے تو ہاشمی پر حرام ہے اور غایۃ میں تصریح کی ہے کہ عامل ہاشمی نہ ہو۔

ابن کثیر جلد ٣ صـ١٨٨ میں حافظ عماد الدینؒ (المتوفی ٧٧٤ھ) فرماتے ہیں۔

---

[1] صاحب موصوف میرے چار واسطوں سے استاد بنتے ہیں۔ میں نے مولانا عبدالقدیر صاحب کیمبلپوری سابق صدر مدرس مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ سے پڑھا۔ انہوں نے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا اور بغیۃ الاریب فی مسائل القبلۃ والمحاریب لشیخ بنوریؒ صـ١٧ میں لکھا ہے کہ مولانا محمد انور شاہ[2] صاحبؒ نے شیخ محمد اسحٰق[3] کشمیریؒ سے اور انہوں نے شیخ[4] نعمانیؒ سے اور انہوں نے اپنے والد ماجد سید محمود آلوسیؒ سے پڑھا۔ فللہ تعالیٰ الحمد والمنۃ۔

ولا یجوز ان یکونوا من اقرباء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم الذین تحرم علیھم الصدقۃ لما ثبت فی صحیح مسلم

اور جائز نہیں کہ مصرف صدقات وہ آل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہوں جن پر صدقہ حرام ہے جیسا کہ مسلم کی صحیح حدیث میں منع آیا ہے۔

اور تفسیر احمدی مطبع علیمی دہلی لملا جیونؒ المتوفی ۱۱۳۰ھ ص ۳۰۵ میں ہے۔

لما کان فیھا شبہ الصدقۃ لا تاخذھا عامل ھاشمی تنزیھا لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن شبھۃ الوسخ الی ان قال ولا یدفع الی بنی ھاشم ولا الی موالیھم۔

جب کہ اس عمالہ میں شبہ ہے صدقہ کا تو سید عامل نہیں لے سکتا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی قرابت کو میل کچیل کی چیز سے بچانا ضروری ہے۔ اور نہیں جائز کہ زکوٰۃ بنو ہاشم اور ان کے غلاموں کو دی جائے۔

یہاں تک مختصر سا حصہ تفاسیر کا جو بندۂ ناچیز کو میسر ہو سکیں لکھا۔ اب احادیث پیش ہوں گی۔

باب سوم

۱۔ حضرت امام بخاریؒ (ابو عبداللہ محمدؒ بن اسمٰعیل البخاریؒ (المتوفی ۲۵۶ھ[1]) نے صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۰۱ میں حضرت ابوہریرہؓ (ان کے نام میں اختلاف ہے جاہلیت میں عبد شمس تھا۔ اور اسلام میں عبدالرحمان بن صخر۔ ہُریرہ چھوٹی بلی کو کہتے ہیں چونکہ یہ بلیوں سے محبّت کرتے تھے لہٰذا ابوہریرہ کنیّت مشہور ہوگئی حضور ہی نے پہلے یہ فرمایا تھا۔ راجع حاشیہ ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲ ان کی وفات ۵۷ یا ۵۸ یا ۵۹ھ میں ہوئی) سے یہ روایت کی ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتی بالتمر عند صرام النخل فیجئ ھذا بتمرہ وھذا بتمرہ حتی یصیر عندہ کوما من تمر فجعل الحسنؓ و الحسینؓ یلعبان بذالك التمر فاخذ احدھما تمرۃ فجعلہ فی فیہ فنظر الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخرجھا من فیہ فقال اما علمت ان اٰل محمدؐ لا یاکلون الصدقۃ۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور کے پاس لوگ کھجوریں لایا کرتے تھے ہر کوئی اپنی کھجوروں میں سے جبکہ کھجوریں پکنے اور اتارنے کے قابل ہوجاتیں کچھ حصہ لے آتا۔ دوسرا اپنی کھجوروں میں سے کچھ لے آتا یہاں تک کہ حضور کے پاس ایک ڈھیر لگ جاتا۔ امام حسنؓ اور حسینؓ (بچپن میں) کھیل رہے تھے ان کھجوروں کے ساتھ کہ ان میں سے ایک نے ایک دانہ اٹھا کر منہ میں ڈال دیا۔ حضور نے ان کو دیکھا اور ان کے منہ سے کھجور نکال کر فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ آل محمد صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

---

[1] تمام احادیث بخاری مکرر (۷۲۷۵) اور غیر مکرر قریباً چار ہزار حسب تحقیق حافظ ابن حجرؒ فی مقدمہ فتح الباری والنووی فی الاسماء واللغات اور تمام احادیث بخاری غیر مکرر (۲۱۸۷) میں حسب تحقیق علامہ زبیدی۔

اور تجرید بخاری[1] جلد ۱ ص ۱۵۷ میں ہے کہ حضرت حسنؓ کے منہ سے کھجور نکالی اور کہا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اولاد محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے الخ

۲۔ حضرت امام مسلمؒ (مسلمؒ بن حجاج القشیریؒ المتوفی ۲۶۱ھ) صحیح مسلم جلد ۱ ص ۳۴۴ میں حدیث روایت کرتے ہیں (مسلم کی تمام احادیث ۲۸۱۰ ہیں۔)

ایک لمبی حدیث کے درمیان مندرجہ ذیل ٹکڑا ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الصدقة لا ینبغی لمحمد ولا لاٰل محمد انما هی اوساخ الناس الحدیث۔

صدقہ نہ تو حضور کے لیے اور نہ آپ کی آل کیلئے کسی کے لیے بھی ان میں سے درست نہیں ہے کیونکہ یہ لوگوں کے مال کی میل کچیل ہوتی ہے۔

۳۔ امام نسائیؒ (ابو عبدالرحمن احمدؒ بن شعیبؒ بن علی نسائیؒ المتوفی ۳۰۳ھ) اپنی کتاب نسائی جلد ۱ ص ۲۸۱ میں روایت نقل کرتے ہیں۔

ان ربیعةؓ بن الحارث قال لعبد المطلبؓ بن ربیعةؓ والفضلؓ بن عباسؓ بن عبد المطلب ائتیا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقولا له استعملنا یا رسول الله علی الصدقات فاتی علی ابن ابی طالب و

کہ حضرت ربیعہؓ بن الحارث (جو ایک صحابی ہیں) نے حضرت عبدالمطلبؓ بن ربیعہؓ (یہ بھی صحابی ہیں) اور فضل بن عباسؓ سے کہا کہ جاؤ حضور کے پاس اور کہو کہ ہم کو صدقات پر عامل مقرر کر دیں اتنے میں حضرت علیؓ تشریف لائے اور کہنے لگے کہ تمہیں ہرگز حضور عامل نہیں مقرر کریں گے۔ خیر عبدالمطلبؓ بن ربیعہؓ

---

[1] تجرید بخاری یعنی وہ احادیث جو مکرر ہیں ان کو حذف کر کے مجرد کر کے غیر مکرر احادیث جمع کی جائیں صاحب تجرید علامہ زبیدیؒ ہیں۔ زبیدی دو ہیں۔ ۱۔ ابو علی الحسن بن المبارک زبیدیؒ المتوفی ۶۲۹ھ صاحب تجرید یہی ہیں۔ ۲۔ سید مرتضیٰ زبیدی شارح الاحیاء وغیرہ المتوفی ۱۲۰۵ھ اور اس تجرید کا اردو میں مولانا محمد حیات سنبھلی نے ترجمہ کیا ہے۔

نحن علی تلك الحال فقال لهما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یستعمل منکم احدًا علی الصدقۃ قال عبد المطلب بن ربیعۃ فانطلقت انا والفضل بن عباس حتی اتینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لنا ان ھذہ الصدقات انما ھی اوساخ الناس وانها لا تحل لمحمد ولا لاٰل محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

فرماتے ہیں کہ میں اور فضل ابن عباسؓ حضور کے پاس حاضر ہوئے۔ تو حضور نے فرمایا کہ یہ صدقات لوگوں کے مال کی میل کچیل ہے نہ تو یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے حلال ہیں۔ اور نہ آپ کے اہل کے لیے ان میں سے کسی کے لیے بھی یہ حلال نہیں۔

فائدہ:۔ علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن عزیز کے بعد اصح الکتب بخاری ہے ثم مسلم۔

ففی ھامش نخبۃ الفکر وفی متنہ ص ۱۹

(ما محصلہ) ان الامۃ اجمعت علی صحۃ ھذین الکتابین الخ

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ امت کا اتفاق ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیح ہیں۔

پھر ان دونوں کے بعد نسائی کا درجہ ہے جیسا کہ علامہ طاہرؒ بن صالحؒ بن احمد الجزائری الدمشقیؒ اپنی مشہور تصنیف توجیہ النظر الی اصول الاثر (فرغ منہ فی ۱۳۲۸ھ) مطبوعۂ مصر ص ۱۵۴ میں فرماتے ہیں۔

النسائی اقل السنن[1] بعد الصحیحین

بخاری و مسلم کے بعد دوسری سنن کی کتابوں میں سے

---

[1] فائدہ جوامع وہ کتابیں ہیں جن میں ہر قسم کی اور ہر مضمون کی احادیث ہوں مثلاً جامع بخاری، و جامع ترمذی۔ وغیرہما۔ سنن وہ کتابیں ہیں جن میں اکثر احکام وغیرہ تو ہوں مگر ہر مضمون کی احادیث نہ ہوں مثلاً سنن ابوداؤد و سنن ابن ماجہ وغیرہما کہ ان میں کتاب التفسیر نہیں ہے۔ مسانید وہ کتابیں ہیں جن میں ہر صحابی کی تمام میسر روایتیں جمع کر دی جائیں خواہ ایک مضمون کی ہوں یا متعدد مضامین کی وضو کی ہوں۔ یا نماز و جہاد وغیرہ کی مثلاً مسند احمد بن حنبل و مسند ابوداؤد طیالسی وغیرہما۔ اجزاء وہ کتابیں جن میں ایک مضمون کی جملہ صحیح و ضعیف روایتیں جمع کر دی جائیں مثلاً جزء رفع یدین و جزء القراءت امام بخاریؒ و جزء القراءۃ المعروف بکتاب القراءۃ بیہقیؒ وغیرہما۔ معاجم وہ کتابیں ہیں جو ایک شیخ (استاد) کی تمام روایتیں ایک جگہ جمع کر دی جائیں مثلاً معجم طبرانی وغیرہ و للجامع معنی آخر۔ راجع ہامش نخبۃ الفکر ص ۴۳ وغیرہ من کتب الاصول۔

حدیث ضعیفاً الخ   نسائی ہی وہ کتاب ہے جسمیں ضعیف حدیثیں بہت کم ہیں۔

۴۔ اور امام ترمذیؒ (الحافظ المتقن ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ سورۃ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ) اپنی جامع ترمذی جلد ا صـ۸۳ میں حضرت ابورافعؓ (جو حضور کے غلام تھے۔ مات فی خلافۃ علیؓ وھوالاصح) سے روایت پیش کرتے ہیں۔

عن ابی رافعؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلا من بنی مخزوم علی الصدقۃ فقال لا بی رافع اصحبنی کیما تصیب منہا فقال لا حتی اٰتی رسول اللہ صلی اللہ وسلم فاسالہ وانطلق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسالہ فقال ان الصدقۃ لا تحل لنا وان موالی القوم من انفسہم قال وھذا حدیث حسن صحیح۔

حضرت ابورافعؓ فرماتے ہیں کہ حضور نے قبیلۂ بنی مخزوم کے ایک آدمی کو صدقات پر عامل بنایا انہوں نے حضرت ابورافعؓ کو کہا آؤ میرے ساتھ چلو تاکہ تمہیں بھی کچھ مل جائے حضرت ابورافعؓ نے فرمایا میں جب تک حضور کے پاس جاکر پوچھ نہ لوں نہیں جا سکتا جب حضور کے پاس جاکر پوچھا تو حضور نے فرمایا ہمارے لیے صدقات جائز نہیں اور تم ہمارے غلام ہو تمہارے لیے بھی جائز نہیں کیونکہ (شریعت میں) غلام مالک کی قوم سے سمجھا جاتا ہے (یعنی بعض احکام میں جو حکم مالک کا ہوگا وہی غلام کا ہوگا۔ مثلاً یہی مسئلہ کہ زکوٰۃ آقا کے لیے بھی جائز نہیں غلام کے لیے بھی ناجائز ہے)

اردو ترجمہ ترمذی جلد ا صـ۱۳۲ میں ہے حضور نے فرمایا کہ ہم لوگوں کے لیے صدقہ حلال نہیں اور غلام قوم کے انہیں میں شمار ہوتے ہیں یعنی جب سادات کو صدقہ حلال نہیں تو ان کے غلاموں کے لیے بھی حلال نہیں الخ۔

فائدہ :۔ جو بزرگ کہ قبیلۂ بنی مخزوم سے صدقات پر عامل بنائے گئے تھے ان کا نام

سلہ ترمذی جلد ا کی کل احادیث (۱۰۹۶) ہیں جن میں ۲۳ کی (۳، ۲۰) ہیں۔

ارقمؓ بن ابی ارقم ہے۔ کذا فی نفع القوت المغتذی حاشیہ ترمذی ج۱ ص۸۳۔ وتحفۃ الاحوذی جلد۲ ص۲۱ عن ابی یعلی والطبرانی فی الکبیر یہ روایت باختلاف بعض الفاظ و باتحاد مضمون سابق مندرجہ ذیل کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

۵۔ ابوداؤد للامام المتقن ابوداؤد السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ جلد۱ ص۲۴۰ لا تحل لنا الصدقۃ الخ

۶۔ مجمع الزوائد (للامام بن ابی بکر ہیثمیؒ المتوفی ۸۰۷ھ) جلد۳ ص۸۹

۷۔ مشکوٰۃ (لولی الدین محمدؒ بن عبداللہ الخطیب التبریزیؒ قد فرغ منہ ۷۳۷ھ) جلد۱ ص۱۶۱ اور اردو ترجمہ مشکوٰۃ ص۲۷۸ ہے آپ نے فرمایا کہ یہ صدقات یعنی زکوٰۃ وغیرہ آدمیوں کی میل ہے۔ اور اس کا کھانا محمدؐ اور آلِ محمدؐ کے لیے حلال نہیں الخ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وسلم۔

فائدہ: مشکوٰۃ کا اصل ماخذ مصابیح ہے جو محدث کبیر امام فراء بغویؒ المتوفی ۵۱۶ھ صاحب معالم التنزیل وشرح السنۃ کی تصنیف ہے۔ چونکہ انہوں نے تخریج نہیں فرمائی (تخریج محدثین کی اصطلاح میں کسی روایت کو جس کتاب سے نقل کی ہے اس کی طرف منسوب کر دینا کہ یہ روایت فلاں کتاب میں ہے) صاحب مشکوٰۃ نے تمام احادیث کی (الا ماشاء اللہ تعالےٰ) تخریج کر دی ہے۔ اور ساتھ ہی فصل ثالث بڑھایا ہے مصابیح کی ایک شرح علامہ فضل اللہ تورپشتی حنفی معاصر شیخ سعدیؒ (جو شرف الدین بن مصلح الدین سعدیؒ المتوفی ۶۹۰ھ) نے لکھی ہے اور دوسری شرح علامہ ابن ملکؒ (عبداللطیف بن عبدالعزیز بن فرشتہ المتوفی فی حدود ۹۰۰ھ) حنفی نے لکھی ہے۔ کل احادیث مشکوٰۃ (۵۹۴۵) ہیں۔ اور مشکوٰۃ کے معتبر شروح میں سے محققانہ شرح علامہ طیبی (المتوفی ۷۴۳ھ) کی ہے اور اس وقت حضرت ملا علی القاری الحنفیؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ کی شرح مرقات اور شیخ عبدالحق دہلویؒ المتوفی ۱۰۵۲ھ کی عربی شرح لمعات التنقیح اور ان کی دوسری شرح فارسی اشعۃ اللمعات موجود ہیں۔

۸۔ اور مستدرک حاکمؒ (لابی عبداللہ الحاکمؒ المتوفی ۴۰۵ھ) جلد ۱ ص ۴۰۴ میں بھی یہی حدیث ترمذی شریف کے الفاظ سے نقل کی گئی ہے۔

۹۔ اور مسند احمد للامام احمدؒ بن حنبلؒ احد الائمۃ الاعلام المتوفی ۲۴۱ھ) جلد ۶ ص ۱۰ میں انہیں الفاظ سے جو کہ ترمذی و نسائی وغیرہ میں موجود ہیں یہ روایت مذکور ہے۔

۱۰۔ اور تفسیر طبری (ابو جعفر محمدؒ بن جریر طبریؒ المتوفی ۳۱۰ھ) جلد ۱۰ ص ۵ میں ہے۔

عن مجاهد قال كان آل محمد صلى الله عليه وسلم لا تحل لهم الصدقة فجعل لهم خمس الخمس انتهى۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ حضور کی آل کے لیے صدقہ جائز نہ تھا تو ان کی تطییب خاطر کے لیے حضور نے خمس غنائم ان کو دلایا۔

۱۱۔ یہی روایت بعینہٖ ان الفاظ سے مصنف[۱] ابن ابی شیبہ (المتوفی ۲۳۵ھ) جلد ۳ ص ۹۱ میں مذکور ہے۔

۱۲۔ کنز العمال (لعلی المتقیؒ بن حسام الدین الہندیؒ المتوفی ۹۷۵ھ) جلد ۳ ص ۲۸۵ میں ہے

عن ابن عباسؓ (مرفوعاً) اصبروا على انفسكم يا بني هاشم فانما الصدقات غسالات الناس۔ (رواه الطبراني)

حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ حضور سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی ہاشم اپنے نفوس کو مضبوط رکھنا (صدقات کے کھانے سے) صدقات تو لوگوں کی میل کچیل ہیں۔

۱۳۔ نصب الرایہ ص ۴۰۳ ج ۲ (للحافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف الزیلعی الحنفیؒ المتوفی ۷۶۲ھ) میں بایں الفاظ حدیث کی تخریج کی گئی ہے۔

---

[۱] امام ابن ابی شیبہؒ جو امام بخاریؒ۔ مسلمؒ۔ ابوداؤدؒ۔ ابن ماجہؒ وغیرہ کے استاد ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں کیونکہ ابن ابی شیبہؒ وکیع بن جراحؒ المتوفی ۱۹۷ھ کے شاگرد ہیں اور وکیعؒ امام ابوحنیفہؒ کے (راجع تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۱۲۷ وکتاب العلم لابن عبدالبر ص ۱۹۳ وتاریخ خطیب جلد ۱۳ ص ۱۶۱)

قال النبی علیہ السلام یابنی ہاشم ان اللہ حرم علیکم غسالۃ الناس واوساخہم الحدیث	حضور فرماتے ہیں کہ اے بنی ہاشم اللہ تعالےٰ نے تمہارے اوپر حرام کر دیا ہے لوگوں کا صدقہ جو کہ ان کے مال کی میل کچیل ہے۔

۱۵۔ اس روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ) بھی درایہ ص۱۶۷ میں انہیں الفاظ سے نقل کرتے ہیں۔

۱۶۔ علامہ ابن حزم ظاہریؒ (ابو محمد بن محلی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسیؒ المتوفی ۴۵۶ھ) نے محلی جلد ص۱۴۷ میں اسی حدیث کی جو ابھی پیش ہوئی ہے تخریج کی ہے۔

۱۷۔ امام ابو جعفر احمدؒ بن محمد الطحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) نے طحاوی جلد ا ص۲۹۷ تا ۳۱۰ میں یہ حدیث روایت کی ہے۔

۱۸۔ کتاب الرد۔ لابن ابی شیبہ مطبوعہ فاروقی دہلی ص۳۸ قالت عائشۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا ال محمد لا ناکل الصدقۃ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ ہم آل محمدؐ ہیں ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔

۱۹۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۳ ص۴۴۸ و ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص۶۰ و مسند احمد جلد ۳ ص۳۴ عن عبدالرزاق عن سفیان والطحاوی جلد ا ص۳۰ عن عطاء بن السائب قال اتیت ام کلثومؓ بنت علیؓ بشیٔ من الصدقات فردتہ۔ وقالت حدثنی مولی لرسول صلی اللہ علیہ وسلم یقال لہ مہران ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال اِنّا ال محمد لا تحل لنا الصدقۃ ومولی القوم منہم انتہی۔ حضرت عطاء بن السائبؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ کے پاس صدقات میں سے کوئی چیز لے گیا تو حضرت ام کلثومؓ نے رد کر دیا اور فرمایا کہ مجھ سے آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے ایک

نے جس کا نام حضرت مہران ؓ ہے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آل محمد ؐ کے لیے صدقہ حلال نہیں اور قوم کا غلام انہیں میں سے ہوتا ہے

۲۰۔ یہی روایت ان ہی الفاظ سے نصب الرایہ جلد ۲ ص ۴۰۵ اور درایہ ص ۱۶۷ میں ہے،

۲۱۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۸ میں ہے۔

عن ابن عباس اتی فتیان من بنی عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالا استعملنا علی الصّدقۃ۔ قال انّ الصدقۃ لا تحل لاٰل محمّد الخ	کہ دو نوجوان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ہمیں صدقات پر عامل بناویں تو آپ نے فرمایا کہ یہ صدقات آل محمد کے لیے حلال نہیں۔

۲۲۔ یہ روایت کتاب الاموال للحافظ ابی عبید قاسم ؒ بن سلام ؒ المتوفی ۲۲۴ھ صفحہ ۳۳۰ طبع مصر میں بھی موجود ہے۔

نوٹ:۔ اس کے علاوہ بھی بعض کتب حدیث کے حوالے موجود تھے مگر ہم نے اختصاراً درج نہیں کئے کیونکہ وہ کتابیں جن سے عموماً استدلال کیا جاتا ہے یہی ہیں۔ جو کہ مخدوم کتابیں ہیں اور اسلام کے ہر فرقہ کے علماء ان سے استناد کرتے رہے اور کرتے ہیں۔

چوتھا باب

شارحین حدیث (علیٰ اختلاف مذاہبہم) کے اقوال مندرجہ ذیل منقول ہیں:-

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

١۔ قال ابن قدامة لا نعلم خلافا فی ان بنی هاشم لا تحل لهم الصدقة المفروضة كذا قال وقد نقل الطبری الجواز ایضًا عن ابی حنیفة وقیل عنه یجوز لهم اذا حرموا سهم ذوی القربیٰ حکاه الطحاوی وعن ابی یوسف یحل صدقة بعضهم لبعض و فی حدیث مسلم انما هی اوساخ الناس الحدیث۔ یؤخذ من هذا جواز التطوع دون الفرض وهو قول اکثر الحنفیة والمصحح عند الشافعیة والحنابلة الخ

(فتح الباری ج ٣ ص ٢٨٠)

امام ابن قدامہ (حنبلیؒ) فرماتے ہیں کہ ہمیں اس مسئلے میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں کہ بنو ہاشم کے لیے صدقہ مفروضہ ناجائز ہے (سب کا اسی پر اتفاق ہے کہ ناجائز ہے) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ طبریؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے جواز نقل کیا ہے اور وجہ بعض نے یہ بیان کی ہے کہ چونکہ ان کو اب خمس نہیں ملتا اس لیے جائز ہوگا (اسکی تفصیل آئندہ آئیگی) اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ بعض بنی ہاشم کا صدقہ بعض کے لیے جائز ہے۔ حافظ کہتے ہیں کہ مسلم کی روایت سے حرمت ثابت ہوتی ہے صدقہ مفروضہ کی (صدقہ نفلی جائز ہے) اور یہی اکثر احناف کا مذہب ہے اور یہی شوافع کا صحیح قول ہے اور حنبلیوں کا بھی یہی مذہب ہے۔

حافظ ابن حجرؒ شافعی المسلک ہیں فن حدیث میں ان کا جو درجہ اور مقام ہے وہ اظہر من الشمس ہے علماء کرام کے ہاں وہ حافظ الدنیا کہلاتے ہیں یعنی دنیا میں اپنے دور کے اندر علم حدیث کے سب سے بڑے حافظ انہوں نے اکثر احنافؒ کا اور حضرات شوافع رح اور حنابلہؒ کا صحیح مذہب یہی بتایا ہے کہ سادات کے لیے واجب قسم کے صدقات جائز نہیں۔

۲۔ مجموع شرح مہذب، للعلامۃ النووی جلد ۶ ص ۲۲۶

لا یجوز دفع الزکوۃ الی ہاشمی لقوله علیه السلام۔ نحن اهل بیت لا یحل لنا الصّدقة۔ الحدیث۔ و قال ابو سعید الاصطخریؒ لما منعوا حقهم من الخمس جاز الدفع الیهم لانهم حرموا الزکوٰة لحقهم خمس الخمس فاذا منعوا الخمس وجب ان یدفع الیهم و المذهب الاوّل لان الزکوٰة حرمت علیهم لشرفهم برسول الله صلی الله علیه وسلّم۔ وهذا المعنیٰ لا یزول بمنع الخمس وفی موالیهم وجهان الی ان قال هذا مذهبنا وجوّز ابوحنیفة دفع الزکوٰة الی بنی المطلب و وافق علی تحریمها علی بنی هاشم الخ

حضور کے فرمان کے مطابق ہاشمیوں کو زکوٰۃ دینی ناجائز ہے آپ نے فرمایا کہ ہم اہل بیت ہیں ہمارے لیے صدقہ جائز نہیں۔ الحدیث۔ اور ابو سعید الاصطخری (شافعیؒ) کہتے ہیں کہ جب ان کا حق خمس میں تھا تو ان لوگوں کو کوئی بھی نقصان نہ تھا۔ کیونکہ جب زکوٰۃ حرام تھی تو خمس ملتا تھا لیکن جب کہ خمس بند ہو گیا تو زکوٰۃ ملنی چاہیئے لیکن مذہب صحیح پہلا ہی قول ہے (کہ ناجائز ہے) کیونکہ زکوٰۃ کی حرمت حضور کے اہل پر قرابت کی شرافت کی بناء پر ہے۔ اور یہ سبب (حرمت بوجہ شرافت) بہر حال موجود ہے خمس ہو یا نہ ہو۔ اور بنو ہاشم کے غلاموں میں دو وجہیں ہیں الی ان قال یہ ہمارا مذہب ہے، اور امام ابو حنیفہ رح نے بنو عبد المطلب پر زکوٰۃ جائز رکھی ہے۔ اور بنو ہاشم پر حرام کہتے ہیں ہمارے ساتھ ہیں۔

(۳) یہی بزرگ اپنی مشہور شرح مُسلم جلد ا صفحہ ۳۴۴ میں لکھتے ہیں۔

فیہ تحریم الزکوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ وھم بنو ھاشم وبنو عبد المطلب وقال ابوحنیفۃ ومالک ھم بنو ھاشم خاصۃ الخ

اس حدیث میں دلیل ہے کہ زکوٰۃ حضور پر اور آپ کی اہل پر حرام ہے اور آپ کی اہل بنو ہاشم وبنو عبد المطلب ہیں اور امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہ رہ کہتے ہیں کہ اھل صرف بنو ہاشم ہی ہیں۔

اسی جلد ا صفحہ ۳۴۴ میں تحریر فرماتے ہیں:-

دلیل علی انہا محرمۃ سواء کانت بسبب العمل او بسبب الفقر والمسکنۃ اوغیرھا من الاسباب الثمانیۃ وھو الصحیح الخ

اس حدیث میں دلیل ہے کہ زکوٰۃ بنو ہاشم پر حرام ہے عامل بن کر لے پھر بھی اور فقیر ومسکین ہونے کے لحاظ سے لے پھر بھی یا وہ آٹھ اسباب جو مذکور ہوئے ان میں سے کوئی بھی سبب ہو بہر حال حرام ہے اور یہی صحیح ہے۔

۴۔ اور یہی امام نووی جلد ۲ مسلم صفحہ ۲۷۹ کی مندرجہ ذیل روایت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حدیث (موقوف عن زیدؓ بن ارقم) ولکن اھل بیتہ من حرم علیہ الصدقۃ بعدہ قال ومن ھم قال وھم آل علیؓ وآل عقیلؓ وآل جعفرؓ واھل عباسؓ قال کل ھؤلاء حرم الصدقۃ الحدیث الخ

حضرت زیدؓ بن ارقم حضور کے اہل بیت کے متعلق مرفوع حدیث نقل کر رہے تھے کہ حصینؒ نام ایک راوی نے پوچھا کیا حضرات ازواج مطہراتؓ بھی اہل بیت ہیں کہا ہاں لیکن میں تو انکا تذکرہ کر رہا ہوں جن پر صدقہ حرام ہے وہ آل علیؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل عباسؓ ہیں کہ ان سب پر صدقہ حرام ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:-

المراد بالصدقۃ الزکوٰۃ وھی حرام عندنا علی بنی المطلب وقال مالک بنو ھاشم فقط الخ

صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے (نفلی نہیں) اور ہمارے نزدیک بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب دونوں پر حرام ہے امام مالکؒ فقط بنو ہاشم پر حرام سمجھتے ہیں۔

۵۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری (شیخ احمدؒ بن محمدؒ مصری المتوفی ۹۲۳ھ) المشہور بہ قسطلانی جلد ۳ ص ۱۶۰ میں ہے۔

وتحرم علیھم ای علی اٰل النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانھا مطھرۃ کما قال تعالیٰ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم بھا الاٰیۃ الی ان قال والاصح عند اصحابنا ان المحرم علی الاٰل الفرض دون التطوع الخ

اور حضور کے اہل بیت پر زکوٰۃ حرام ہے کیونکہ وہ مال کو پاک کرتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے آپ ان سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کو پاک کریں (تو گویا مال زکوٰۃ میں کچھ نجاست پائی گئی جیسا کہ پہلے متعدد روایات میں اوساخ الناس گذرا ہے) اور ہمارا صحیح مذہب یہ ہے کہ آل النبی علیہ السلام پر فرض زکوٰۃ حرام ہے نفلی صدقات حرام نہیں۔

۶۔ اور سبل السلام شرح بلوغ المرام (محمدؒ بن اسمٰعیلؒ بن الصلاح الامیر الکحلانی ثم الصنعانیؒ المتوفی ۱۱۴۳ھ) مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۰۸، ۲۰۹ میں ہے۔

وھو دلیل علی تحریم الزکوٰۃ علی محمد و علی اٰلہ فانہ اجماع وکذا ادعی الاجماع علی حرمتھا ابوطالب وابن قدامۃ ونقل الجواز عن ابی حنیفۃ۔ الخ

یہ حدیث مذکور دلیل ہے کہ زکوٰۃ حرام ہے آپ پر بھی اور آپ کے اہل پر بھی امام ابوطالبؒ اور ابن قدامہؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے جواز نقل کیا گیا ہے الخ

۷۔ وفی محلی ابن حزمؒ جلد ۶ ص ۱۴۷

وبنو المطلب شئی واحد ولا یحل لھذین البطنین صدقۃ فرض ولا تطوع اصلا لقولہ علیہ السلام لا تحل لمحمد ولا لاٰل محمد واما الھبۃ والعطیۃ والھدیۃ والنحل والحسن والصلۃ والبر فیجوز الخ۔

بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب ایک ہی سمجھے جاتے ہیں اور ان دونوں کے لیے نہ تو فرضی صدقہ جائز ہے اور نہ نفلی۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ زکوٰۃ نہ محمدؐ کے لیے حلال ہے نہ اہل محمد کے لیے۔ بہر حال ہبہ اور عطیہ اور فدیہ اور شکرانہ اور تحفہ اور صلہ اور پیش کش یہ سب جائز ہیں۔

۸۔ عون المعبود شرح ابی داؤد (لمولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد) جلد ۲ صہ ۴۲ میں ہے۔

وانما لا تحل لنا الصدقة الحدیث وھذا دلیل لمن قال بحرمة الصدقة علی موالی من تحرم علیھم الصدقة۔ الخ

یہ حدیث (جس میں ہے فکیف تحل لموالیھم) دلیل ہے ان کی جو کہتے ہیں کہ صدقہ ان کے موالی پر بھی حرام ہے جن پر خود صدقہ حرام ہے۔

۹۔ اور بذل المجہود شرح ابی داؤد (لمولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ المتوفی ۱۳۴۶ھ) ج ۳ ص ۵۰ میں ہے۔

واما آل النبی علیہ السلام فقال اکثر الحنفیة وھو المصحح من الشافعیة و الحنابلة وکثیر من الزیدیة انھا تجوز لھم صدقة التطوع دون الفرض لان المحرم علیھم انما ھو اوساخ الناس و ذلك ھو الزکوٰة لا صدقة التطوع الخ

حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے آل پر صدقہ فرضی حرام ہے۔ یہی ہے اکثر احناف و شوافع و حنابلہ اور بہت سے فرقہ زیدیہ کا مذہب کہ حرام فرضی ہے نہ کہ نفلی کیونکہ حدیث میں میل کچیل کو منع کیا ہے۔ اور یہ فرضی میں ہے نہ کہ نفلی میں الخ

فائدہ:۔ زیدیہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جیسا کہ شرح مواقف[1] نولکشور ص ۵۲ میں لکھا ہے

الشیعة ھم اثنان وعشرون فرقة اصولھم ثلاثة غلاة[1] و زیدیة[2] و امامیة[3] الخ۔

شیعوں کے بائیس فرقے ہیں اصولی طور پر تین ہیں۔ باقی ان کی شاخیں ہیں۔ بہت تجاوز کرنے والے (صحابہؓ کی تکفیر کرنے والے) اور زیدیہ اور امامیہ الخ۔

اور ص ۵۶ میں لکھا ہے الزیدیة منسوبون الی زید بن علی بن زین العابدینؒ

کہ زیدیہ زیدؒ بن علیؒ بن زین العابدین کی طرف منسوب ہے۔

نیز غنیة الطالبین مطبوعہ لاہور (شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالٰی المتوفی ۵۶۱ھ)

---

[1] مواقف کا مصنف قاضی عضد الدین عبد الرحمان بن احمد الایجی المتوفی ۷۵۶ھ ہیں۔ اور شارح مواقف کے سید شریف علی بن محمد جرجانی المتوفی ۸۱۶ھ ہیں ۱۲۔

میں لکھا ہے۔ زیدیہ شیعہ کا ایک فرقہ ہے شرح مواقف صـ۷۵۲ میں وجہ تسمیہ لکھی ہے کہ شایعوا علیاً انہوں نے (بظاہر) حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور (بظاہر) اتحاد کیا اور ان کے ساتھ چلنے پھرنے میں مشایعت کی قلت بل شایعوا المجوس والیھود والتفصیل لا یسعہ ھذا المقام۔ اس کا کچھ اجمالی نقشہ آخر کتاب میں دیکھیں

۱۰۔ معالم السنن للعلامۃ الخطابی (المتوفی ۳۸۸ھ) شرح ابی داؤد طبع حلب جلد ۲ صـ۷۱ میں ہے۔

اما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا خلاف بین المسلمین ان الصدقۃ لا تحل لہ وکذلک بنو ھاشم فی قول اکثر العلماء وقال الشافعیؒ لا تحل الصدقۃ لبنی المطلب ایضاً الخ

حضور پر صدقہ حلال نہیں اس میں سب مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ بنو ہاشم پر حرمت کے قائل جمہور علماء ہیں۔ اور امام شافعیؒ بنو المطلب پر بھی حرام کہتے ہیں۔ الخ

فائدہ۔ بنو ہاشم (ہاشم حضور کے باپ کا دادا۔ اس طرح کہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ فالعلویۃ والعباسیۃ من بنی ہاشم لان العباس واباطالب ابنا عبدالمطلب الخ یعنی علوی اور عباسی ہاشمی ہیں کیونکہ حضرت عباسؓ اور ابوطالب جو حضرت علیؓ کے والد تھے دونوں عبدالمطلب کے بیٹے ہیں۔

اسلئے حضرت عباسؓ اور ابوطالب کی اولاد بنو ہاشم ٹھہری حضرت علیؓ حضرت جعفرؓ حضرت عقیلؓ یہ تینوں بزرگ (بھائی) ابوطالب کے بیٹے ہیں۔ یہ بات علامہ قطلوبغا الحنفیؒ (المتوفی ۸۷۸ھ) نے شرح مسایرہ[1] جلد ۲ صـ۱۶۵ مصری میں لکھی ہے۔

[1] اصل کتاب مسایرہ امام ابن ہمام الحنفیؒ کی ہے اور اس کی ایک شرح کمال الدین محمدؒ بن محمد المعروف بابی الشریف المقدسی الشافعیؒ المتوفی ۹۰۵ھ نے تصنیف کی ہے جس کا نام مسامرۃ ہے)

اور دلائل سے ثابت ہے کہ حارث بن عبدالمطلب کی اولاد بھی صدقات کے مسائل میں بنوہاشم میں شامل ہے۔ عبدالمطلب کے دس[۱۰] یا بارہ[۱۲] بیٹے تھے۔ سیرۃ النبی شبلیؒ (المتوفی ۱۳۳۲ھ) جلد ۱ ص ۱۵۷ ان میں سے دو مسلمان ہوئے تھے حضرت حمزہؓ (المتوفی شہید ۳ھ) اور حضرت عباسؓ (المتوفی ۳۲ھ) جو آپ کے چچا تھے اور آپ سے دو سال بڑے تھے (اکمال ص ۶۰۶) تو مذکورہ بالا حضرات (آل علیؓ آل جعفرؓ[۱] آل عقیلؓ آل عباسؓ آلِ حارث بن عبدالمطلب) کے سوا جو عبدالمطلب کی اولاد ہے اس میں حضرت امام شافعیؒ (المتوفی ۲۰۲ھ) اور اہل ظاہر کا اختلاف ہے کہ جس طرح بنوہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے اسی طرح بنوالمطلب پر بھی حرام ہے اور امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ تخصیص فقط بنوہاشم کی ہے۔ بنوالمطلب اور ابوجہل و ابولہب وغیرہ کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے (بشرطیکہ وہ مسلمان ہو گئے ہوں)

۱۱۔ اور شرح موطا (امام مالکؒ المتوفی ۱۷۹ھ) موسوم بہ مسوّی شیخ ولی اللہ الدہلویؒ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) جلد ۱ ص ۲۲۸ میں ہے۔

لا تحل الصدقة لبنی هاشم عند اهل العلم وقال الشافعیؒ وبنو المطلب مثلهم واختلفوا فی مواليهم علی قولين انتهی	صدقہ بنوہاشم کیلئے حلال نہیں (مجتہد) اہل علم کے نزدیک اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بنوالمطلب پر بھی جائز نہیں اور بنی ہاشم کے غلاموں میں اختلاف ہے کہ انکو جائز ہے یا ناجائز (صحیح یہی ہے کہ ناجائز ہے)

۱۲۔ اور یہی بزرگ موطا امام مالک کی دوسری فارسی شرح المعروف بمصفّٰی جلد ۲ ص ۲۲۸ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

حلال نیست زکوٰۃ آل محمدؐ را غیر ازیں نیست کہ زکوٰۃ چرک مردماں است مترجم گوید حلال نیست صدقہ بنوہاشم	حضورؐ کے اہل کے لیے زکوٰۃ حلال نہیں ہے کیونکہ وہ لوگوں کی میل کچیل ہے۔ مترجم (ولی اللہؒ) کہتا ہے کہ بنوہاشم کو باتفاقِ علماء صدقہ جائز نہیں

---

[۱] حضرت جعفرؓ حضرت علیؓ سے دس سال بڑے تھے۔ المتوفی شہید ۸ھ (اکمال ص ۵۸۹) ۱۲

ر بالاتفاق علماء۔ وقال الشافعیؒ بنو المطلب مثلهم الخ — اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بنو المطلب کا بھی یہی حکم ہے۔

۱۴۔ علامہ محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۱۳۵۲ھ) العرف الشذی ص ۲۹۲،۲۹۳

(یہ مولانا کی تقاریر ہیں جو درسِ ترمذی کے وقت لکھی گئی ہیں۔ ان کو فاضل مولانا محمد چراغ صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ نے عربی میں جمع کر دیا تھا جو چھپ چکی ہیں۔ اگرچہ اس میں عربی عبارات کی بے شمار اغلاط ہیں اور کتابت کی غلطیاں اس کے علاوہ ہیں لیکن بایں ہمہ یہ علم کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہے) میں فرماتے ہیں۔

باب كراهية الصدقة على النبي صلى الله عليه وسلم وعلى اهل البيت وهم آل علیؓ وجعفرؓ وعقيلؓ وعباسؓ ثم في كتبنا ان الهاشمي لو سعى اي عمل السعاية فلا ياخذ من الزكوة ويجوز اخذه من الوقف بلا خلاف واما النافلة ففيها الخلاف قال الزيلعيؒ[1] شارح الكنز انها لا تجوز للهاشمي وتبعه ابن الهمامؒ واما غيره فيجوزها لهم ونقل محمد بن شجاع الثلجي رواية شاذة في جواز

(باب کراہیۃ الصدقہ) صدقہ حضور پر اور آپ کی اہل پر حرام ہے۔ وہ اہل علیؓ و اہل جعفرؓ اور اہل عقیلؓ اور اہل عباسؓ ہیں۔ پھر ہماری (یعنی احناف) کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ہاشمی کا عامل بننا بایں طور کہ زکوٰۃ سے اجرت لے جائز نہیں۔ اور وقف کے مال سے بلا اختلاف بنو ہاشم لے سکتا ہے۔ بہر حال نفلی صدقات تو اس میں اختلاف ہے زیلعی شارح کنز فرماتے ہیں کہ نفلی بھی بنو ہاشم کو جائز نہیں اور اسی کو علامہ ابن ہمامؒ نے اختیار کیا ہے اس کے علاوہ دوسرے احناف اس کے قائل ہیں کہ بنو ہاشم کو نفلی صدقات لینے جائز ہیں امام محمد بن شجاعؒ (الثلجی المتوفی ۲۶۶ھ) وہو ساجد فی

---

[1] شارح کنز امام فخر الدین الزیلعیؒ حضرت امام نسفیؒ (المتوفی ۷۱۰ھ) کے ہم عصر تھے یہ امام محدث جمال الدین الزیلعیؒ المتوفی ۷۶۱ھ صاحب تخریج ہدایہ کے علاوہ ہیں بعض ناواقف لوگ ان دونوں کو ایک سمجھتے ہیں۔ ان کی مشہور کتاب تبیین الحقائق اب طبع ہوگئی ہے ۱۲۔

اخذ الزكوة للهاشمي لولم يجد الخمس من بيت المال ونقله من امالي ابي يوسفؒ وفي عقد الجيد افتي الطحاوي من الحنفية وفخر الدين الرازي من الشافعية بجواز دفع الزكوٰة للهاشمي في هٰذه الصورة الخ۔

صلوٰۃ العصر نے ایک شاذ روایت نقل کی ہے کہ بنو ہاشم کو جب خمس نہ ملے تو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ اور اس کو امالی ابی یوسفؒ سے نقل کیا ہے (امالی جو استاد کی تقاریر لکھی جائیں) اور عقد الجید میں امام طحاویؒ اور امام رازیؒ کا فتویٰ نقل کیا ہے کہ بنو ہاشم کو خمس نہ ملنے کی صورت میں زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

العرف الشذی کی مذکورہ بالا عبارت میں بحث ہے۔ اوّل یہ کہ ویجوز اخذه من الوقف بلا خلافٍ الخ کہ ہاشمی وقف کا مال لے سکتا ہے بالاتفاق الخ یہ مجمل ہے فتاوٰی خانیہ المعروف بقاضیخاں للامام احمدؒ بن الحسنؒ بن المنصورؒ بن ابی القاسم اوزجندیؒ الامام الکبیر المتوفی ۵۹۲ھ مطبوعہ نولکشور جلد ا ص ۱۲۵ میں ہے۔

ولا يجوز الدفع الى بني هاشم ولا مواليهم الى ان قال لا يجوز صرف كفارة اليمين و الظهار والقتل وعشر الارض وغلة الوقف وعن ابي يوسفؒ في رواية يجوز صرف غلة الوقف اذا كان الوقف عليهم بمنزلة الوقف على الاغنيأ وان كان الوقف على الفقرا۔ ولم يسمّ بني هاشم لا يجوز صرفها الى بني هاشم الخ۔

جائز نہیں کہ زکوٰۃ دی جائے بنو ہاشم اور ان کے غلاموں کو اور اسی طرح کفارہ قسم کا اور کفارہ ظہار کا اور زمین کا عشر اور آمدنی وقف کی یہ سب ناجائز ہیں۔ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر ایسا وقف ہو جو اغنیاء پر ہوتا ہے تو ان کے لیے بھی جائز ہے۔ اور اگر وقف فقراء پر ہو اور بنو ہاشم کا نام نہیں لیا گیا تو ان کے لیے جائز نہیں الخ

اور عمدۃ القاری جلد ۴ ص ۴۳۳ میں ہے۔

وفي المبسوط يجوز دفع صدقة التطوع

مبسوط میں ہے کہ نفلی صدقات اور وقف بنی

والاوقاف الی بنی هاشم روی عن ابی یوسفؒ ومحمدؒ فی النوادر وفی شرح مختصر الکرخیؒ والاسبیجابی و المفید اذا سموا فی الوقف وفی الکرخی اذا اطلق الوقف لایجوز لان حکمهم حکم الاغنیاء الخ

ہاشم کو دینے جائز ہیں۔ امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ سے غیر مشہور روایت یہی ہے اور شرح مختصر الکرخی میں اور اسبیجابی اور مفید میں ہے کہ جب بنو ہاشم کا نام وقف کرتے وقت لیا گیا ہو تو جائز ہے (ورنہ نہیں) اور کرخی میں ہے کہ جب وقف کرتے وقت بنو ہاشم کا نام نہ لیا گیا ہو تو ان کیلئے جائز نہیں کیونکہ حکم ان کا اغنیاء کا سا ہے۔

حضرت امام ابو یوسفؒ کا یہ مذہب نہیں بلکہ ان کی ایک روایت ہے، مقدمہ عمدۃ الرعایۃ ص۱۷ میں مذکور ہے۔

الفرق بین عنده وعنه ان الاول دال علی المذهب والثانی علی الروایة فاذا قالوا عند ابی حنیفة دل ذلك علی انه مذهبه، واذا قالوا عنه دل ذلك علی انه روایة عنه۔ انتهی

عنده اور عنه میں فرق یہ ہے کہ عنده مذہب پر دلالت کرتا ہے اور عنه روایت پر مثلاً جب فقہاء کہیں عند ابی حنیفہؒ تو مطلب یہ ہوگا کہ ان کا مذہب یہ ہے اور عنه جب کہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ان کی ایک روایت یہ ہے (نہ کہ مذہب ہے)

اور یہاں جملہ فی روایۃ عنه اس کی تصریح کرتا ہے کہ یہ انکی ایک روایت ہے امام ابو یوسفؒ کا مذہب یہ نہیں ہے اور نہ یہ حضرات طرفینؒ (ابو حنیفہؒ و محمدؒ) کا مذہب ہے، اور ساتھ ہی امام ابو یوسفؒ مطلقاً نہیں کہتے بلکہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ وقف اغنیاء پر ہو تو اس میں بنو ہاشم شامل ہیں اور اگر فقراء پر ہو اور بنو ہاشم کا نام (وقف کرتے وقت) نہ لیا گیا ہو تو بنو ہاشم کے لیے جائز نہیں۔ اور صاحب العرف الشذی نے مطلقاً بلا خلاف غلۃ وقف کو بنو ہاشم پر جائز رکھا ہے۔ اس کی مزید تائید فتح القدیر (لکمال الدین محمدؒ بن ہمامؒ بن عبدالواحدؒ المتوفی سنہ ۸۶۱ھ) مصری جلد۲ ص۲۴ سے بھی ہوتی ہے۔

فقالوا لا یجوز صرف کفارۃ الیمین و الظھار الی ان قال وغلۃ الوقف وعن[1] ابی یوسف یجوز فی غلۃ الوقف الخ

حضرات فقہاء کرامؒ کہتے ہیں کہ قسم و ظہار کا کفارہ بھی بنو ہاشم کو جائز نہیں اور اسی طرح غلۃ الوقف بھی جائز نہیں امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت میں ہے کہ جائز ہے

دوم یہ کہ العرف الشذی میں جو حوالہ عقد الجید کا دیا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل عبارت ہے:
عقد الجید مجتبائی (مع ترجمۃ الاروبیہ) ص۵۰۔

ومنھا ای من المسائل التی افتی العلماء علی خلاف المذھب) دفع الزکوٰۃ الی الاشراف العلویین افتی الامام فخر الدین الرازی بجوازہ فی ھذہ الازمنۃ حین منعوا سھمھم من بیت المال وضربھم الفقر انتہیٰ

جن مسائل میں علماء نے خلافِ مذہب فتویٰ دیا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ سیدوں کو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ امام رازیؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ جب ان کو خمس بیت المال سے نہیں ملتا اور وہ فقیر ہوں تو ان کو زکوٰۃ جائز ہے۔

اس عبارت میں امام طحاویؒ کا نام تک بھی نہیں چہ جائیکہ ان کا فتویٰ تو قول صاحب العرف الشذی کا کہ امام طحاویؒ نے بھی جواز کا فتویٰ ہے جیسا کہ عقد الجید میں ہے الخ صحیح نہیں بلکہ عقد الجید میں فقط امام رازیؒ کا قول ہے۔ اس غلطی کا سبب جو سمجھ آیا ہے یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے اثناء تقریر میں فرمایا ہوگا کہ امام طحاویؒ نے نقل کیا ہے کہ

---

[1] فائدہ:۔ یہاں محقق بھی عن کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ فائدۃ۔ البحر الرائق مصری جلد ۲ ص۲۴۶ میں محقق ابن ہمام کا محقق قول اس کے خلاف نقل کر کے اسمیں کلام کیا ہے کہ ابن ہمامؒ غلۃ وقف کو نفلی سمجھتے ہیں حالانکہ بعض صورتیں وقف کی واجب بھی ہوتی ہیں (جب کہ منت بھی ہو کہ مثلاً کوئی کہے جب میرا فلاں کام ہوگیا تو میرا یہ گھر وقف ہے تو یہ واجب ہوگا) اور واجب صدقات بنو ہاشم پر حرام ہیں۔ فلیراجع الی البحر ورد المختار وکذا مجموعۂ فتاویٰ مولانا عبد الحی لکھنویؒ ص۳۸۶ ج۱ ہرچہ بادا باد سب حضرات فقہاء حنفیہ کا اس میں اتفاق نہیں۔ فتدبر۔

بنو ہاشم کو زکوٰۃ جائز ہے۔ اور امام رازیؒ نے بھی جواز کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ عقد الجید میں لکھا ہے الخ تو ضبط کرنے والے حضرت یہ سمجھے کہ یہ حوالہ دونوں (امام طحاویؒ اور امام رازیؒ) کے متعلق ہے حالانکہ عقد الجید کا حوالہ فقط امام رازیؒ کے افتار کے متعلق ہے امام طحاویؒ کے متعلق نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ فیض الباری شرح صحیح البخاری (جو مولانا بدر عالم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریریں ضبط کی ہیں) ج ۳ ص ۵۲ میں ہے۔

ونقل الطحاویؒ عن امالی ابی یوسف انه جاز دفع الزکوة الیٰ اٰل النبی علیه السلام عند فقدان الخمس فان فی الخمس حقهم الی ان قال وفی عقد الجید ان الرازی ایضاً افتی بجوازه الخ	امام طحاویؒ نے امالی ابو یوسفؒ سے نقل کیا ہے کہ جب سادات کو خمس نہ ملے تو زکوٰۃ جائز ہوگی کیونکہ خمس میں ان کا حق ہے۔ اور عقد الجید میں لکھا ہے کہ امام رازیؒ نے بھی جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

تو اس سے ثابت ہو گیا کہ طحاویؒ کا قول عقد الجید میں نہیں۔ فتدبر۔

فائدہ۔ العرف الشذی میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ سے جو یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ (جب کہ خمس نہ ملے) لینی جائز ہے تو یہ روایت شاذ ہے (شاذ روایت پر فتویٰ درست نہیں جس کی تحقیق آگے آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

فائدہ۔ جملہ حضرات احناف کی معتبر اور مستند کتب میں پختہ فتویٰ جواز کا (بغیر امام طحاویؒ کے جس کی تحقیق کے لیے ہم نے یہ ذخیرہ جمع کیا ہے اور اس سے بعض غیر محدث فقیہ جواز سمجھے ہیں گو امام طحاویؒ کا مطلب قطعاً جواز کا نہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ) ایک بھی نہیں ملے گا کہیں بلفظ عن کہیں عنه کہیں وفی روایة کہیں روی کہیں لیس بمشهور کہیں شاذة وغیرہ الفاظ منقول ہیں۔ رہے حضرت امام رازیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) تو گو ایک بہت بلند خیال منطقی و فلسفی ہیں جن پر آج بھی اہل اسلام کو

بجا فخر ہے اور غیر مسلموں کو رشک۔ لیکن ساتھ ہی علم حدیث میں ان کو اتنی دسترس نہیں تھی جو کسی محدّث کے شایان شان ہوتی ہے۔ ان کی تفسیر کے دیکھنے والے بزرگ ان اکثر احادیث کا جو تفسیر کبیر میں موجود ہیں خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس درجہ کی ہیں اکسیر (نواب صدیق حسن خانؒ) ص۱۱۳ میں ہے امام رازیؒ از علم حدیث خبرے ندارد۔ اور اتقان جلد۲ ص۹۱ وجلد۲ ص۱۸۹ واکسیر ص۱۱۲ والدر المنثور جلد۳ ص۱۵۵ میں ہے۔

قال[1] بعض العلماء فیہ کل الشیٔ الا التفسیر الخ۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ تفسیر کبیر (مصنفہ امام رازیؒ) میں سب کچھ ہے مگر فن تفسیر اس میں نہیں۔

فائدہ: بعض علماء کو قدیماً وحدیثاً روایت فان لکم خمس الخمس سے دھوکہ ہوا ہے ہم اس کو پیش کرکے اس پر نقلاً وعقلاً بحث کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا امام رازیؒ کے قول کو نقل کرنا اس لیے نہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ بھی جواز کے قائل ہیں ہم نے حضرت شاہ صاحبؒ کے دو حوالے مسوّیٰ ومصفّی کے پہلے پیش کئے ہیں حجۃ اللہ البالغہ کا حوالہ عنقریب پیش ہوگا۔

۱۴۔ اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ (شیخ عبد الحقؒ دہلویؒ المتوفی ۱۰۵۲ھ) جلد۲ ص۲۵ میں ہے۔

وعدم جواز دفع زکوٰۃ بنی ہاشم ظاہر روایت است ودر روایتے از امام ابوحنیفہؒ جائز ست دریں زماں وممنوع بود درآں زماں و روایتے از وے واز امام

اور زکوٰۃ کا سادات پر ناجائز ہونا ظاہر روایت ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جائز ہے اور نیز امام صاحبؒ وامام ابویوسفؒ سے یہ روایت بھی ہے

---

[1] فرغ منہ فی جمادی الاولیٰ ۱۲۹۰ھ۔ فائدہ[2]: واعتمد بعض العلماء علی الرازیؒ فی الحدیث ایضاً راجع مشکلات القرآن۔

ابویوسفؒ جائز است دفع بعضے از بنی ہاشم ببعض الخ — کہ بعض بنو ہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

۱۵۔ اور اعلاء السنن (لمولانا ظفر احمد تھانویؒ) جلد ۹ ص۵۵ میں ہے۔

والمعمول به هو ظاهر الرواية فانه مطابق للنص الخ — فتویٰ ظاہر روایت پر ہے کیونکہ حدیث صحیح کے مطابق یہی ظاہر روایت ہے۔

۱۶۔ اور عمدۃ القاری (لمحقق الاحناف حافظ بدر الدین محمود بن احمد العینیؒ المتوفی ۸۵۵ھ) جلد ۴ ص۲۳۳ میں ہے۔

فيه ان الصّدقة لا تحل لمحمّد وفى الذخيرة للقرافى- ان الصّدقة محرمة على رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ان قال والائمة على تحريمها على قرابة النبى صلى الله عليه وسلم وقال الابهرىؒ المالكى يحل لهم فرضها ونفلها وهو رواية عن ابى حنيفةؒ وقال الاصطخرىؒ ان منعوا من الخمس جاز صرف الزكوٰة اليهم وروى ابن سماعةؒ عن ابى يوسفؒ ان زكوٰة بعض بنى هاشم على بعض يحل ولا يحل ذالك لهم من غيرهم وفى الينابيع يجوز للهاشمى ان يدفع

اس حدیث (ان آل محمد لا یاکلون الصدقۃ) میں دلیل ہے کہ صدقہ حضور علیہ السلام کے لیے حلال نہیں اور قرافیؒ نے ذخیرہ میں لکھا ہے کہ صدقہ حضور پر حرام ہے ائمہ اسبات پر (متفق ہیں کہ حضور کی قرابت (اہل بیت) پر صدقہ حرام ہے ابہری مالکیؒ نے کہا ہے کہ نفلی فرضی سب جائز ہیں اور امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہ روایت منقول ہے (گو مفتی بہ نہیں) اور اصطخریؒ شافعی کہتے ہیں کہ جب وہ خمس سے محروم ہوئے تو ان کے لیے زکوٰۃ جائز ہے۔ ابن سماعہؒ نے ابویوسفؒ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ آپس میں بعض بنو ہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور غیر بنی ہاشم سے ان کے لیے روا نہیں ینابیع میں امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سید سید سے زکوٰۃ لے سکتا ہے

زکاتہ الی ھاشمی عند ابی حنیفۃؒ ولا یجوز عند ابی یوسفؒ وفی جوامع الفقہ یکرہ للہاشمی عند ابی یوسفؒ خلافاً لمحمدؒ بن الحسنؒ (المتوفی ۱۸۹ھ) وروی ابوعصمۃؒ عن ابی حنیفۃؒ جواز دفعہا الی الہاشمی فی زمانہ قال الطحاویؒ ھٰذہ الروایۃ عن ابی حنیفۃؒ لیست بمشہورۃ الی ان قال وفی شرح القدوری الصدقۃ الواجبۃ کالزکوٰۃ والعشر والنذر والکفارات لا یجوز لہم۔

ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ ناجائز ہے۔ جوامع الفقہ میں لکھا ہے کہ ابویوسفؒ اس کو مکروہ سمجھتے ہیں امام محمدؒ اس میں خلاف کرتے ہیں۔ ابوعصمہؒ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں سادات کو زکوٰۃ دینا جائز ہے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت امام صاحبؒ سے مشہور نہیں۔ اور شرح قدوری میں زکواۃ عشر، کفارات نذر سب ہاشمی کے لیے حرام لکھے ہیں۔

وفی التوضیح وفی الحدیث دلالۃ واضحۃ علی تحریم الصدقۃ علی آلہ علیہ السّلام وبہ قال ابو حنیفۃؒ والشافعیؒ الی ان قال قال الطبریؒ فی حق ابی یوسفؒ لا القیاس اصاب ولا الخبر اتبع الی ان قال العینیؒ ھذا کلام صادر عن غیر رویۃ ناش عن تعصب باطل وابویوسفؒ اعرف الناس لموارد التنزیل واعلمہم بتاویل

توضیح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں واضح دلیل ہے کہ صدقات حضور علیہ السّلام کی اہل پر حرام ہیں۔ اور یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ اور شافعیؒ کا امام طبریؒ نے امام ابویوسفؒ کے حق میں لکھا ہے کہ ابویوسفؒ جو یہ کہتے ہیں کہ فرضی حلال اور نفلی حرام، نہ تو ان کا قیاس صحیح ہے اور نہ حدیث کی انہوں نے اطاعت کی۔ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام طبریؒ (شافعیؒ بلکہ مجتہد) کا یہ کہنا بے سوچے سمجھے ہے اور محض تعصب باطل کی وجہ سے ہے۔ امام ابویوسفؒ لوگوں میں

الاخبار وهذا كما هو هذا الطحاوی رح
الذی من اکبر ائمة الحدیث وادری
الناس بمذهب ابی حنیفة واقوال
صاحبیه نقل[1] عن ابی یوسف الذی
هو الامام ابو حنیفة ان التطوع
یحرم علی بنی هاشم فاذا کان
التطوع حراما فالفرض اشد حرمة
الی ان قال العینی فعادة هؤلاء
المتعصبین (الطبری وغیره) انهم
ینسبون روایة ضعیفة او شاذة
الی امام من الائمة الثلاثة
ثم ینکرون علیهم بما لا
یحل نسبته الی احد منهم۔
انتهی کلام العینی بقدر الحاجة۔

سے زیادہ قرآن کے معانی اور حدیث کی مراد
کو سمجھتے ہیں۔ اور طحاوی جو بہت بڑے
محدثین میں سے ہیں اور امام اعظم اور ان کے
صاحبین کے اقوال کو خوب جانتے ہیں۔ امام
ابو یوسف (جو کہ ابو حنیفہ ہی ہیں) سے نقل کرتے
ہیں کہ نفلی صدقات بنو ہاشم پر حرام ہیں جب یہ
حال نفلی صدقات کا ہے تو فرضی بطریق اولیٰ
حرام ہوں گے۔ (طبری جیسے) متعصب لوگوں کی
عادت ہے کہ ضعیف یا شاذ روایت تین اماموں
میں (اغلب ہے کہ امام ابو حنیفہ ابو یوسف امام محمد
مراد ہیں و فیہ احتمال آخر) سے کسی کی طرف نسبت
کر دیتے ہیں پھر تردید کرنی شروع کرتے ہیں۔
ایسی وجوہ سے جن کی نسبت بھی ائمہ کی طرف
ایک جرم عظیم ہے۔

یہ احناف کے مشہور فقیہ و محدث بزرگ ہیں اسی لیے ہم نے ان کے کلام کو پہلے پیش نہیں کیا تاکہ یہ سب حوالوں کے لیے بمنزلہ شرح کے ہو جائے یہاں چند ابحاث ہیں جن کو پیش کرنے سے ماضی کے بہت سے عقدے حل ہو جائیں گے اور آئندہ کے لیے ہمیں یہ اصول موضوعہ کا کام دیں گی۔

---

[1] ابو یوسف ہو ابو حنیفہ علم بیان کا ایک معمہ ہے اہل علم خوب جانتے ہیں (راجع مختصر المعانی و مطول کلاهما لسعد الدین تفتازانی الشافعی المتوفی ۷۹۱ھ)۔

اوّل ابوعصمۃ کا تعارف کراتا ہے کہ یہ کون ہے۔

۱۔ جواہر المضیئہ (للعلامہ محی الدین ابی محمد عبدالقادرؒ ابن ابی الوفاء محمدؒ بن محمدؒ بن نصر اللہؒ بن سالم الحنفی المصریؒ المولود ۶۹۶ھ المتوفی ۷۷۵ھ) مصری جلد ۱ ص ۱۷۷ میں فرماتے ہیں۔

الجامع لقب ابوعصمۃ المروزی واسمہ نوح الیٰ ان قال وھو ابوعصمۃ نوح بن ابی مریم الیٰ ان قال المتوفی ۱۸۳ھ

جامع لقب ہے ابوعصمۃ مروزی کا اور نام نوح بن ابی مریم ہے (اور ابوعصمۃ کنیت ہے)

۲۔ تذکرۃ الموضوعات شیخ محمد طاہرؒ بن علی الہندی الحنفیؒ صاحب مجمع بحار الانوار المتوفی ۹۸۶ھ ص ۸۴ میں لکھتے ہیں۔

فیہ ابوعصمۃ المشھور بالوضع الخ

اس حدیث میں ابوعصمۃ ہے جو جعلی حدیثیں بنانے میں مشہور ہے۔

۳۔ اسی تذکرۃ الموضوعات ص ۱۸۷ میں فرماتے ہیں فیہ ابوعصمۃ کذاب الخ اس حدیث میں عصمۃ ہے جو بہت بڑا جھوٹا آدمی ہے۔

۴۔ کتاب القرأۃ بیہقیؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) ص ۱۲۸ میں ہے۔

ابوعصمۃ نوح بن مریم کذاب۔

ابوعصمۃ نوح ابی مریم ایک بڑا جھوٹا راوی ہے۔

۵۔ تقریب التہذیب فاروقی دہلی (لحافظ ابن حجر عسقلانیؒ) ص ۳۷۷

قال ابن المبارکؒ کان یضع الحدیث الخ

عبداللہؒ بن المبارکؒ فرماتے یہ جعلی روایتیں بنایا کرتا تھا۔

۶۔ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۴۵ میں فرماتے ہیں:۔

ھو الجامع اخذ الفقہ عن ابی حنیفۃ قال احمد لم یکن بذاک فی الحدیث وقال مسلم وغیرہ متروک الحدیث وقال الحاکم وضع ابوعصمۃ حدیث

وہ ملقب بہ جامع ہے۔ فقہ ابوحنیفہؒ سے پڑھتا رہا امام احمدؒ کہتے ہیں ہیچ ہے۔ مسلمؒ وغیرہ فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ حاکمؒ فرماتے ہیں اس نے فضائل قرآن کی حدیثیں وضع

فضائل القرآن وقال البخاری منکر الحدیث الخ — کی ہیں امام بخاریؒ فرماتے ہیں منکر الحدیث الخ

۷۔ امام حاکمؒ نے مدخل فی اصول الحدیث صفہ ۳۰ میں لکھا ہے وضع ابوعصمۃ الخ۔

۸۔ سید سند رسالہ اصول حدیث ص ۳ میں فرماتے ہیں وضع ابوعصمۃ الخ

۹۔ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) نے عجالہ نافعہ ص ۱۳ میں بیان کیا ہے کہ

یا اقرار کردہ باشد لوضع احادیث چنانچہ نوح بن ابی مریم کہ در فضائل قرآن احادیث وضع نمود وگفت ہر گاہ دیدم مردم راکہ از قرآن اعراض کردند وبعلوم دیگر مثل تواریخ وتفسیر وفقہ ابی حنیفہؒ مشغول اند وضع کردم الخ۔

وضع کی پہچان کا ایک سبب خود واضع کا اقرار بھی ہے جیسا کہ نوح بن ابی مریم نے اقرار کیا کہ میں نے فضائل قرآن کی احادیث اس لیے وضع کی ہیں کہ لوگ قرآن سے غافل ہو کر تاریخ وتفسیر وفقہ ابوحنیفہؒ سے مشغول ہیں تو میں نے حدیثیں وضع کیں (جعلی بنائیں)

حدیث میں جعلی حدیثیں بنانے والے کے لیے جو حکم بیان ہوا ہے ملاحظہ فرمائیں (واہ امام ابوحنیفہؒ کے بڑے خیر خواہ۔) مسلم جلد ا ص ۷ میں مختلف اسانید سے یہ روایت موجود ہے۔

من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ کہے (یعنی جو روایت میں نے نہیں کہی میری طرف منسوب کرے جیسے واضعین کرتے ہیں) تو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

سب متواتر احادیث میں سے یہ روایت بعض کے نزدیک پہلے درجہ پر ہے بخبۃ الفکر ص ۱۱ شرح بخبۃ الفکر ص ۵۹ میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

واتفقوا علی ان تعمد الکذب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم من الکبائر وبالغ

ائمہ کرامؒ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جان بوجھ کر جھوٹ بولنا کبائر میں سے ہے اور امام ابومحمد الجوینی رہ

ابومحمد الجوینی فکفر من تعمّد الکذب الخ — ایسے شخص کی مبالغہ کرتے ہوئے تکفیر کرتے ہیں۔

اب ان تصریحات بالا کے بعد غور فرمائیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی مشہور روایت کے خلاف جو غیر مشہور روایت ہے۔ اس کا راوی ابوعصمۃ مذکور ہے جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم پر جھوٹ سے باز نہیں آتا اور فخر سے کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیثیں اس لیے وضع کی ہیں الخ تو کیا امام ابوحنیفہؒ اس کے جھوٹ سے بچ سکتے ہیں۔ جھوٹ اور وضع تو اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب معلوم ہوتا ہے۔

دوسری بحث جو جواز کی روایت امام ابویوسفؒ کی طرف نسبت کی جاتی ہے اس میں بڑا اضطراب ہے۔

ا۔ بنوہاشم بعض بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ یہ ابویوسفؒ کا مذہب ہے جیسا کہ احکام القرآن جلد ۳ ص ۱۳۱ اور فیض الباری جلد ۳ ص ۵۲ و عمدۃ القاری جلد ۴ ص ۴۳۳ سے معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ عمدۃ القاری (ص ۴۳۳ ج ۴) میں ینابیع سے نقل کیا ہے کہ یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ امام یوسفؒ کہتے ہیں ناجائز ہے۔

۳۔ عمدۃ القاری بحوالہ مذکور۔ جوامع الفقہ سے ابویوسفؒ کا قول لکھا ہے۔ یکرہ خلافا لمحمد الخ

دوسرے نمبر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف امام ابویوسفؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور سوم سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے اور نمبر اوّل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقط امام ابویوسفؒ کا قول ہے۔

۴۔ اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص ۲۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ دونوں کے نزدیک جائز ہے۔

۵۔ ہامش نسائی جلد ۱ ص ۲۸۱ و عمدۃ القاری جلد ۴ ص ۴۳۳ و نیل الاوطار جلد ۴ ص ۵۸

میں ہے۔

قال ابو یوسفؒ تحرم النفلیۃ علیھم کصدقۃ الفرض الخ	امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ نفلی صدقات بھی سادات پر حرام ہیں جیسے فرضی حرام ہیں۔

نیز یہ اختلاف بھی ہے کہ آیا بعض بنی ہاشم بعض کو دے سکتے ہیں یا خمس نہ ملنے کی وجہ سے غیر بنی ہاشم بھی بنو ہاشم کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور

ا۔ فیض الباری جلد ۳ ص ۵۲ والعرف الشذی ص ۲۹۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب خمس نہ ملے تو جائز ہے الخ یہاں اس کی تصریح نہیں کہ ہاشمی ہاشمی کو دے بلکہ خمس نہ ملنے کی صورت میں مطلقاً جائز ہے۔

۲۔ قاضیخاں جلد ا ص ۱۲۵ میں ابو یوسفؒ کا مذہب صرف غلۃ الوقف ہی لکھا ہے زکوٰۃ کو چھیڑا ہی نہیں۔ اور (۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ سب فرضی و نفلی صدقات ان کے نزدیک حرام ہیں لہٰذا ان اضطرابات کی وجہ سے بھی یہ قول قابل اخذ نہیں۔

بحث سوم ۳ علامہ عینیؒ نے یہ جواز کے سب قول مروی از ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ شاذ اور ضعیف بتلاتے ہیں اس بات کو مدنظر رکھنا آئندہ کام آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

۷۔ اور نسائی جلد ا ص ۲۸۱ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

واختلف فی الاٰل ھٰھنا فقال الشافعیؒ وجماعۃ انھا بنو ھاشم و بنو المطلب وقال ابو حنیفۃ ومالکؒ ھم بنو ھاشم فقط والمراد ببنی ھاشم	اٰل میں اختلاف ہے امام شافعیؒ اور ایک جماعت (اہل ظاہر کی) یہ کہتی ہے کہ بنو ہاشم و بنو المطلب دونوں اٰل ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور مالکؒ فرماتے ہیں کہ فقط بنو ہاشم میں سے بھی صرف آل علیؓ

---

[1] اور نسائی کے حاشیہ ص ۲۸۱ ج ۱ میں ہے کہ امام احمدؒ سے دو روایتیں منقول ہیں اور فتح الملہم ص ۹۹ ج ۳ میں ہے کہ امام احمدؒ کی ایک روایت امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہے ۱۲۔

ال علیؓ وال جعفرؓ وال عقیلؓ وال العباسؓ وال الحارث الی ان قال فقال اکثر الحنفیۃ وھو المصحح عن الشافعیۃ والحنابلۃ انھا تجوز لھم صدقۃ التطوع دون الفرض الخ

وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل عباسؓ وآل حارثؓ مراد ہیں۔ اکثر حنفی (بلکہ سب حنفی جیسا عنقریب آئے گا) اور شوافع کا صحیح قول اور حنابلہ کا یہی ہے کہ بنو ہاشم کے لیے صدقہ مفروضہ حرام ہے۔ نفلی جائز ہے (وہ حرام نہیں وہو الحق)

۱۸۔ اور مشکوٰۃ جلد ا ص ۱۶۱ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

ولا الی بنی ھاشم وموالیھم وھذا فی ظاھر الروایۃ وروی ابوعصمۃ عن ابی حنیفۃؒ انہ یجوز فی ھذا الزمان وان کان ممتنعاً فی ذالک الزمان وعنہ وعن ابی یوسفؒ یجوز ان یدفع بعض بنی ھاشم الی بعض الخ

بنو ہاشم اور ان کے غلاموں کو بھی زکوٰۃ دینی جائز نہیں۔ اور یہی ظاہر روایت ہے۔ ابوعصمۃ نے امام ابوحنیفہؒ سے یہ بھی روایت نقل کی ہے کہ اس زمانے میں جائز ہے کہ زکوٰۃ دی جائے بنو ہاشم کو اور ممانعت اس زمانہ میں تھی اور ایک روایت امام اعظمؒ اور ابویوسفؒ سے یہ بھی ہے کہ بعض بنو ہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں الخ

۱۹۔ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی (مولانا عبدالرحمان المبارکپوریؒ صاحب ابکار المنن و تحقیق الکلام غیر مقلد) جلد ۲ ص ۲۳ میں لکھتے ہیں۔

والحدیث یدل علی تحریم الصدقۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتحریمھا علی الہ ویدل علی تحریمھا علی موالی بنی ھاشم الخ

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ صدقہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہل پر (جو کہ بنی ہاشم ہیں) اور ان کے غلاموں پر حرام ہے۔

۲۰۔ فتح الملہم (شرح صحیح مسلم) جلد ۳ ص ۹۹ میں مولانا عثمانیؒ لکھتے ہیں۔

وقال ابوحنیفۃؒ ومالکؒ واحمدؒ فی

اور امام ابوحنیفہؒ اور مالکؒ (اور ایک روایت

روایۃ ھم بنو ھاشم فقط ای ان قال قال ابن قدامۃ لا نعلم خلافاً فی ان بنی ھاشم لا تحل لھم الصدقۃ المفروضۃ وکذا حکی الاجماع ابن رسلان الخ مختصراً ملتقطاً۔

امام احمدؒ سے یہ ہے کہ مراد اہل سے (جن پر صدقہ مفروضہ حرام ہے) بنو ہاشم ہی ہیں اور امام ابن قدامہؒ نے کہا ہے کہ اس میں ہمیں کسی کا اختلاف معلوم نہیں کہ صدقہ مفروضہ بنو ہاشم کے لیے حرام ہے اور اسی طرح اجماع نقل کیا ہے امام ابن رسلان رح نے بھی الخ۔

یہاں تک بیس شروح حدیث سے جو قدیما وحدیثا لکھے گئے ہم نے حصول مطلب کا ثبوت بہم پہنچایا بعض دوسرے شروح مثلاً مرقاۃ۔ تعلیق الصبیح۔ مرقاۃ الصعود وغیرہ ہی کے مؤید ہیں ہم نے اختصاراً ان کو درج نہیں کیا فلنکتف علی ھذا ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مأتین۔

فائدہ :- آپ یہاں تک یہ پڑھتے اور سنتے آئے ہیں کہ امام شافعیؒ اور اہل ظاہر وغیرہ کا بنو المطلب میں اختلاف ہے اور یہ فرماتے ہیں کہ بنو مطلب بھی ہاشم کی طرح صدقہ مفروضہ سے محروم ہیں اور ان کے لیے بھی اسی طرح صدقہ مفروضہ حرام ہے جس طرح بنو ہاشم پر رہی ان بزرگوں کی دلیل تو یہ حدیث ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما بنو ھاشم وبنو المطلب شئی واحد وقسم بینھم سھم ذوی القربیٰ۔

آپ نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہی ہیں اور ذوالقربیٰ کا حصہ ان دونوں (بنو ہاشم اور بنو مطلب) میں تقسیم کیا ہے۔

نووی جلد ۱ ص ۳۴۴ و محلی ابن حزم جلد ۶ ص ۱۴۷ و مجموع شرح مہذب جلد ۶ ص ۲۲۶ و فتح الملہم جلد ۳ ص ۹۹ و نیل الاوطار جلد ۴ ص ۵۷ وغیرہ میں یہ مذکور ہے اور اصل حدیث بخاری جلد ۱ ص ۴۴۴ میں موجود ہے۔ بایں الفاظ۔

عن جبیر بن مطعمؓ قال مشیت انا وعثمان بن عفانؓ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا یارسول اللہ اعطیت بنی المطلب وترکتنا ونحن وھم بمنزلۃ واحدۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما بنوالمطلب وبنوھاشم شئی واحدٌ۔

حضرت جبیرؓ بن مطعم فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عثمانؓ (غنیمت خیبر تقسیم ہوجانے کے بعد) حضور کے پاس گئے اور عرض کی حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ نے بنوالمطلب کو حصہ دیا اور ہم کو نہ دیا حالانکہ ہم اور وہ برابر ہیں (قرابت میں) حضور نے ارشاد فرمایا کہ بنوالمطلب اور بنوہاشم ایک ہی چیز ہے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ یہ دونوں گروہ (بنوالمطلب اور بنوہاشم) ایک ہی ہیں جو ایک کا حکم ہوگا وہی دوسرے کا حکم ہوگا۔ اور جب بنوہاشم پر صدقہ مفروضہ حرام ہے تو بنوالمطلب پر بھی حرام ہوگا اس کا جواب ایک تو وہ ہے جو بعض کتب میں منقول ہے مثلاً قاضی شوکانیؒ رئیس طبقہ اہلحدیث نیل الاوطار جلد۴ ص۵۷ میں لکھتے ہیں۔

واجیب بانہ اعطاھم ذلک لموالاتھم لاعوضا عن الصدقۃ الخ

اس (حدیث کے استدلال) سے جواب دیا گیا ہے کہ بنومطلب کو جو حصہ دیا گیا ہے تو اس لئے کہ انہی (بنوہاشم) کے ساتھ موالات تھی (تو تحمل معنی آخر ایضاً)

توجب بنوہاشم کو حصہ دیا گیا تو ان کو بھی دیدیا گیا اس لیے نہیں دیا گیا کہ یہ صدقہ کی عوض تھا (جیسا کہ بنوہاشم کے حق میں عند البعض)

۲ یہی مذکورہ عبارت فتح الملہم جلد۳ ص۹۹ میں مذکور ہے۔

دوسرا جواب علامہ ابن قدامہ (حنبلیؒ المتوفی ۶۲۰ھ) تلمیذ شیخ عبدالقادر جیلانی دیتے ہیں جیسا کہ فتح الملہم جلد۳ ص۹۹ میں بایں الفاظ منقول ہے۔

ومشارکۃ بنی المطلب لھم فی

بنومطلب کا بنوہاشم کے ساتھ شریک ہوجانا

خمس الخمس ما استحقوه بمجرد القرابة بدليل ان بنی عبد شمس وبنی نوفل یساوونهم فی القرابة ولم یُعطوا شیئًا وانما شارکوه بالنصرة او بهما جمیعا والنصرة لاتقتضی منع الزکوٰة الخ

حصۂ خمس میں محض قرابت ہی کی وجہ سے نہ تھا اس لیے کہ بنو عبد شمس اور بنو نوفل قرابت میں بنو مطلب کے مساوی ہیں حالانکہ ان کو کوئی چیز (بھی خمس خیبر میں سے) نہیں دی گئی تو ان کا شریک ہونا آپ کی نصرت کی وجہ سے ہے۔ یا قرابت اور نصرت دونوں کی وجہ سے اور نصرت اور مدد کرنے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ ان کو زکوٰۃ دینی حرام ہے۔

فائدہ ۔ علامہ محقق کی عبارت سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

۱ یہ کہ شرکت قرابت کی وجہ سے نہ تھی کیونکہ بنو عبد شمس اور بنو نوفل بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے قریبی تھے مگر ان کو خمس کا حصہ نہیں دیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ ان کو حصہ خمس میں سے ملنا کسی اور علت پر موقوف ہے۔ اور وہ موالات ہی ہو سکتی ہے۔

۲ فقط قرابت کی وجہ سے تو یہ بات نہ تھی باقی رہی نصرت اور مدد یا دونوں علت ہوں شرکت فی خمس الخمس کی (الذی قسمہ فی الخیبر) تو نصرت اس کی دلیل نہیں کہ جس نے حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی مدد کی ہو اور دین اسلام کی مدد کی ہو تو اس پر زکوٰۃ حرام ہو گی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ سے بڑھ کر تو کوئی ایسا نہ تھا کہ جس نے آپ کی یا دین کی اتنی خدمت کی ہو جتنی ان بزرگوں نے کی تھی حالانکہ ان کی اولاد میں سے کسی پر بھی زکوٰۃ حرام نہیں اجماعًا کیونکہ ان میں سے کوئی بھی بنو مطلب میں سے نہیں۔ شرح مسایرہ قطلوبغا حنفی جلد ۲ ص ۱۶۵ میں ہے۔

۱ ابوبکر (المتوفی ۱۳ھ بعمر ۶۳ سال) ابن ابی قحافہ (عثمان) بن عامر بن عمرو ۲ بن کعب ۳ بن سعد بن تیم ۵ بن مرۃ ۶ الخ

۲۔ عمر[1] بن خطاب[1] بن نفیلہ[2] بن عبد العزیٰ[3] بن ریاح[4] بن عدی[5] بن کعب[6] بن لوی الخ

۳۔ عثمان[2] بن عفان بن ابی العاص بن امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف الخ

حضرت صدیق رضؓ اور فاروق رضؓ حضور سے چھٹے درجے میں جا ملتے ہیں۔ وہ عبد المطلب تو در کنار ہاشم سے بھی اوپر جا کر ملتے ہیں اور عثمان پانچویں درجہ میں جا ملتے ہیں یہ نہ بنو مطلب ہیں نہ بنو ہاشم اور اجماعاً ان کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ان کی نصرت دین کا کون منکر ہے (الا الشیعۃ الشنیعۃ خذلھم اللہ تعالیٰ فی الدارین) تو معلوم ہوا کہ نصرت منع زکوٰۃ کا سبب نہیں بن سکتی موالات سبب ہو کما مرّ یا احتیاج سبب ہو کما سیجیٔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

شرح عقائد ص ۱۱۲ میں لکھتے ہیں۔

ولا یشترط ان یکون (الامام) ھاشمیا او علویا لما ثبت بالدلائل من خلافۃ ابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ مع انھم لم یکونوا من ھاشم وان کانوا من قریش الخ	امام کے لیے یہ شرط نہیں کہ ہاشمی ہو کیونکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ خلفاء (برحق تھے) حالانکہ ہاشمی نہ تھے۔ اور قریش سے تھے۔ الخ۔

فائدہ:۔ صراح ص ۲۵۹ میں ہے کہ قریش دریا میں ایک مچھلی کا نام ہے جو سب مچھلیوں پر غالب ہے، یہ قبیلہ چونکہ عرب کے سب قبائل پر غالب تھا اس لیے اس کو قریش کہتے ہیں الخ اور نضر بن کنانہ کی تمام اولاد کو قریش کہتے ہیں (کذا فی عزیزی پارہ عم ص ۲۷۸) گویا یوں سمجھئے کہ ان کی بہادری کی وجہ سے ان کا قریش لقب ہوا۔

۳۔ تیسرا جواب جو اس سے زیادہ واضح ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے جو

---

[1] المتوفی ۲۴ھ شہیدؒ الطعنۂ ابولؤلؤہ غلام حضرت مغیرۃ رضؓ بن شعبۃ خلافت ساڑھے بارہ سال عمر ۶۳ سال

[2] المتوفی ۳۶ھ شہیدؒ اقتلہ الاسود التجیبی من اہل مصر۔ مدت خلافت ۱۲ سال مگر چند دن کم عمر ۸۲ وقیل ۸۸ سال

ترجمۃ الباب قائم کیا ہے وہ خود اس پر دلالت کرتا ہے اصل عبارت جلد ا ص ۴۴۳ میں یوں ہے۔

باب۔ ومن الدليل على ان الخمس للامام وانه يعطي بعض قرابته دون بعض ماقسم النبي صلى الله عليه وسلم لبني المطلب وبني هاشم من خمس خيبر وقال عمر بن عبد العزيز لم يعمهم بذالك ولم يخص قريبا دون من هو احوج اليه وان كان الذي اعطى لما يشكوا اليه من الحاجة ولما مسّهم في جنبه من قومهم وحلفائهم انتهى۔

اس مسئلہ پر دلیل کہ امام کو خمس میں اختیار ہوتا ہے جبکو بعض اہل قرابت میں سے دے اور جس کو نہ دے یہ حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو المطلب اور بنو ہاشم (میں سے بعض کو) خیبر کا خمس دیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز (پہلی صدی کے مجدد المتوفی ۱۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ سب کے لیے عام نہیں اور قرابت والوں میں سے بھی ان کی تخصیص ہے جو کہ زیادہ محتاج ہوں حضور نے جن کو اس وقت دیا کہ انہوں نے محتاج ہونے کی شکایت کی (کہ ہم فقیر و محتاج ہیں) اور اس لیے کہ ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ (اسلام لانے اور آپ کو رسول ماننے کی وجہ سے) دینے کی وجہ سے اپنی قوم (کفار) اور اپنے حلفاء کی طرف سے تکالیف اور مصیبتیں پیش آئیں۔

فائدہ :- حلیف وہ ہوتا ہے جس سے معاہدہ ہو کہ جب ہم جنگ کریں تو بھی ہمارا ساتھ دے گا۔ اور جب صلح کریں تو بھی صلح میں شریک ہو گا۔ وفیہ معان اُخر۔

امام الائمہ امام بخاریؒ کی مذکورہ بالا عبارت سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

ا۔ کہ امام خمس اپنے بعض قرابت داروں کو دے سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ بعض کو نہ دے یدل علیہ قولہ دون بعض تو اگر نفس قرابت ہی اس کا سبب ہوتی جس طرح کہ شوافعؒ فرماتے ہیں کہ بنو مطلب و بنو ہاشم شیٔ واحد تو یقیناً بعض کو دینا اور بعض کو نہ دینا ترجیح بلا مرجح ہوتا تو معلوم ہوا کہ نفس قرابت ہی سبب نہیں سبب کچھ اور ہی ہے یا کچھ اور بھی ہے۔ فافہم۔

۲۔ قرابت داروں میں سے بھی وہ بعض اس حکم کے ساتھ مخصوص تھے جو فقیر اور محتاج تھے یدل علیہ قولہ احوج الیہ تو اگر نفس قرابت ہی سبب ہوتی تو فقر و غیر فقر احتیاج وعدم احتیاج کی کیا وجہ؟ بلکہ سب کو دیتے۔

۳۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا قول نقل کر کے امام بخاریؒ نے اس بات کو اور واضح اور ثابت کر دیا ہے۔ اور فتح الملہم جلد ۳ ص ۹۹ میں لکھا ہے۔

ھکذا روی عن عمر بن عبد العزیز	یہی حضرت عمرؒ بن عبد العزیز سے روایت ہے
انھم بنو ھاشم خاصۃ وکذا قال	اور اس طرح زیدؓ بن ارقم فرماتے ہیں اسی طرح ابن
زید بن ارقمؓ وابن ھبیرۃ فی الافصاح	ہبیرۃؒ نے اپنی کتاب افصاح میں ذکر کیا ہے۔
الخ ملخصاً۔	

علاوہ ازیں حضرت زیدؓ بن ارقم کی روایت جو مسلم جلد ۲ ص ۲۷۹ میں مذکور ہے۔ دلیل واضح ہے کہ بنو مطلب اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ اگرچہ کہنے والے یہ کہہ سکتے ہیں کہ عدمِ ذکر عدمِ شئی کو مستلزم نہیں جیسا کہ اس میں آل الحارث کا ذکر نہیں لیکن دوسرے حوالوں اور روشن دلائل سے یہ شبہ بالکل دور ہو جاتا ہے جن میں سے بعض کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

پانچواں باب

ہم اپنے وعدہ کے مطابق اس باب میں روایات فقیہہ پیش کریں گے امید ہے کہ حضرات ان کو بغور ملاحظہ فرمائیں گے۔

ا۔ مبسوط امام سرخسیؒ (ہو محمدؒ بن احمد السرخسیؒ المتوفی فی حدود ۵۰۰ھ وتلمذ علی شمس الائمۃ الحلوانیؒ المتوفی ۴۴۸ یا ۴۵۲ھ) جلد ۳ ص ۱۲ میں فرماتے ہیں۔

وکذلک لو صرفہا الی ھاشمی او مولیٰ ھاشمی وھو یعلم بحالہ لا یجوز لقولہ علیہ السلام لا تحل الصدقۃ لمحمد ولا لآل محمد وعن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعمل ارقمؓ بن ابی ارقم علی الصدقات فاستتبع ابا رافعؓ فجاء معہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا رافعؓ ان اللہ کرہ لبنی ھاشم غسالۃ الناس

اور اسی طرح اگر زکوٰۃ دی بنو ہاشم کو یا ان کے غلاموں کو تو جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ صدقہ (مفروضۃ لما ثبت بالدلائل) نہ تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جائز ہے نہ اہل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور نے ارقمؓ بن ابی ارقم کو صدقات پہ عامل مقرر کیا انہوں نے ابو رافعؓ کو کہا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو انہوں نے جب حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو رافع اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم کے لیے لوگوں کی میل کچیل نہیں جائز

وان مولی القوم من انفسھم و ھذا فی الواجبات الخ۔

کی اور غلام کسی قوم کا انہی میں سے شمار ہوتا ہے یہ ممانعت صدقہ واجبہ میں ہے (نفلی جائز ہے)

۲۔ قدوری (شیخ ابوالحسن بن احمدؒ بن محمدؒ بن جعفرؒ البغدادیؒ المعروف بالقدوری المتوفیٰ ۴۲۸ھ) صـ ۵۴ میں ہے۔

ولا یدفع الی بنی ھاشم وھم اٰل علیؓ واٰل عباسؓ واٰل جعفرؓ واٰل عقیلؓ واٰل الحارث بن عبد المطلب وموالیھم الخ

زکوٰۃ بنو ہاشم کو نہیں دی جاسکتی (ناجائز ہے) اور وہ آل علیؓ اور آل عباسؓ اور آل جعفرؓ اور اہل عقیلؓ اور اہل الحارث ہیں اور ان کے غلاموں کو بھی نہیں دی جاسکتی۔

۳۔ ہدایہ جلد ا صـ ۱۸۶ (شیخ علیؒ بن ابی بکر بن الجلیل الفرغانی المرغینانی شیخ الاسلام برہان الدین المتوفی ۵۹۳ھ) میں ہے۔

لا تدفع الی بنی ھاشم لقوله علیه السلام ان اللّٰہ حرم علیکم غسالة الناس الحدیث الی ان قال بخلاف التطوع الخ

زکوٰۃ بنو ہاشم کو جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی میل کچیل تم پر حرام کردی ہے بخلاف صدقہ نفلی کے کہ وہ جائز ہے۔

۴۔ کنز الدقائق (لابی البرکات عبد اللہؒ بن احمدؒ بن محمودؒ النسفیؒ المتوفی ۷۱۰ھ) میں ہے

ولا الی بنی ھاشم وموالیھم الخ

جائز نہیں کہ صدقہ بنو ہاشم اور ان کے غلاموں کو دیا جائے۔

۵۔ شرح وقایہ جلد ا صـ ۲۹۹ (لصدر الشریعۃ عبد اللہؒ بن مسعود المحبوبیؒ المتوفی ۷۴۸ھ) میں ہے۔

ولا الی بنی ھاشم وھم الی علیؓ الخ

بنو ہاشم کو زکوٰۃ جائز نہیں اور وہ اہل علیؓ ہیں الخ

۶۔ اور صاحب فتح القدیر (کمال الدین محمدؒ بن ہمام عبد الواحد الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ جلد ۲ مصری صـ ۲۴ میں فرماتے ہیں۔

قوله: ولا يدفع الى بني هاشم الخ هذا ظاهر الرواية وروى ابو عصمة عن ابي حنيفة انه يجوز الخ الا ان قال واللفظ المروى فان لكم في خمس الخمس الخ هذا حديث غريب والمعروف ما في المسلم جلد ا ص ٣٤٣ عن عبد المطلب بن ربيعة الحديث وهذا ما وعدناك من النص على عدم حل اخذها للعامل الهاشمي الخ

زکوٰۃ کا بنو ہاشم کو نہ دینا یہ ظاہر روایت ہے۔ اور ابو عصمہ نے امام ابوحنیفہؒ سے جواز کی روایت بھی نقل کی ہے۔ اور جو خمس الخمس والی روایت ہے وہ غریب ہے۔ اور صحیح وہ حدیث ہے جو مسلم میں عبد المطلبؓ بن ربیعہ کے طریق سے مروی ہے (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) یہی وہ حوالہ ہے جس کا ہم نے پہلے وعدہ کیا تھا کہ ہاشمی عامل نہیں بن سکتا کیونکہ اس حدیث میں صراحت سے مذکور ہے کہ ہاشمی عامل نہیں بن سکتا۔

۷۔ اور صاحب عنایۃ شرح ہدایہ علی فتح القدیر مصری جلد ۲ ص ۲۷۴ (اکمل الدین محمدؒ بن محمدؒ بن محمودؒ البابرتی المتوفی ۷۸۶ھ) فرماتے ہیں۔

قوله ولا الى بني هاشم اقول قال في النهاية الخ يجوز النفل للهاشمي مطلقا بالاجماع وكذا يجوز للغني كذا في فتاوے العتابي۔ انتهى۔

نہایۃ میں (جو ہدایہ کی شرح حسام الدین حسین السغناقیؒ المتوفی ۷۱۰ یا ۷۱۱ھ یا ۷۱۴ھ نے لکھی ہے) لکھتے ہیں ان کا قول کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں میں کہتا ہوں کہ نفلی صدقہ بنو ہاشم کے لیے بالاجماع جائز ہے اور اسی طرح غنی کے لیے بھی انتہیٰ۔

فائدہ: یہاں نفلی کو بالاجماع جائز کہا ہے۔ حالانکہ ابن حزم ظاہریؒ کے نزدیک نفلی بھی جائز نہیں کما مر من المحلی فی موضع۔ مگر توجیہ النظر ص ۴۱۲ میں لکھا ہے۔

وقال بعض الفقهاء ان مخالفة داود الظاهري لا تقدح في انعقاد الاجماع على المختار الذي عليه الاكثرون

بعض فقہا کہتے ہیں کہ داؤد ظاہریؒ کی مخالفت اجماع میں خلل انداز نہیں ہے یہی اکثر ائمہ اور محققین کا مختار مذہب ہے (اسی طرح ابن حزم ظاہریؒ

والمحققون انتہی ۔ کا اختلاف بھی قابل التفات نہیں)

۸۔ فتاویٰ خانیہ المعروف بقاضیخاں بر عالمگیریہ مصری جلد ۱ ص ۲۴۲ و نولکشور جلد ۱ ص ۱۲۵ میں یہی عبارت ولا یجوز الدفع الی بنی ہاشم وھم آل علیؓ الخ موجود ہے

۹۔ فتاویٰ سراجیہ نولکشور ص ۲۸ (سراج الدین اودیؒ فرغ من ترتیب الفتاویٰ ۵۶۹ھ) میں بھی یہی عبارت مذکور ہے۔

۱۰۔ فتاویٰ عالمگیری مصری جلد ۱ ص ۲۰۱ (وفات حضرت عالمگیرؒ ۱۱۱۹ھ) جو علماء ہند کی ذمہ دار جماعت کے تقریباً پانچسو افراد نے مرتب کیا ہے میں بھی یہی مضمون ہے

۱۱۔ اور شرح تنویر جلد ۱ ص ۱۴۱ میں لکھا ہے۔

ولا یصرف الی بنی ہاشم الا من ابطل النص قرابتہ وھم بنو لہب فتحل لمن اسلم کما تحل لبنی المطلب انتہی ۔	اور زکوٰۃ نہیں دے سکتے بنو ہاشم کو مگر جس کی قرابت کو نص نے باطل کر دیا ہے اور وہ ابولہب (وغیرہ) کی اولاد ہے۔ پس جو اس کی اولاد سے مسلمان ہوئے ان کے لئے زکوٰۃ جائز ہے جیسا کہ بنو مطلب کے لیے جائز ہے۔

۱۲۔ درمختار جلد ۲ ص ۵۹ مجتبائی (للعلامہ علاؤ الدین محمدؒ بن علی الحصکفیؒ المتوفی ۱۰۸۸ھ) میں مرقوم ہے۔

وعامل یعم الساعی والعاشر فیعطی ولو غنیا لا ہاشمیا الی ان قال ومکاتبا لہاشمی الخ ۔	اور عامل جو باہر سے وصول کر کے لائے اور چونگی میں بیٹھ کر وصول کرے دونوں کے لئے عام ہے تو عامل کو زکوٰۃ سے دیا جاتا ہے اگرچہ غنی ہو مگر ہاشمی کو جائز نہیں اور اسی طرح ہاشمی کے مکاتب کو بھی جائز نہیں۔

فائدہ۔ مکاتب وہ شرعی غلام ہوتا ہے جس کو مالک یہ کہے کہ اتنی رقم مجھے لا کر دے تجھے آزاد کر دوں گا۔ اس کے بعد جو رقم غلام کمائے وہ اسی کی ہوگی جب رقم ادا کر دی

تو آزاد ہو جائے گا۔ الا اذا عجز عن بدل الکتابت فلیراجع له کتب القوم۔

۱۳۔ ردالمحتار المعروف بالشامی مجتبائی جلد ۲ ص ۵۹ (للعلامۃ ابن عابدین الشامیؒ المتوفی ۱۲۵۲ھ وکذا فی احکام القرآن جلد ۳ ص ۱۳۳) میں ہے

فلا تحل للعامل الهاشمی تنزیها لقرابة النبی صلی الله علیه وسلم عن شبهة الوسخ وتحل للغنی لانه لا یوازی الهاشمی فی استحقاق الکرامة فلا یعتبر الشبهة فی حقه (زیلعی) علی ان منع العامل الهاشمی من الاخذ صریح فی السنة بسطه فی الفتح۔

زکوٰۃ سید عامل کو جائز نہیں کیونکہ حضور کی قرابت کو منزہ رکھنا منظور ہے (بحکم حدیث) میل کچیل کی مشابہت سے بھی اور غنی کے لیے جائز ہے۔ کیونکہ غنی ہاشمی کے درجہ شرافت کو نہیں پہنچ سکتا تو اس کے حق میں شبہ کا اعتبار نہیں ہو گا۔ جیسا کہ زیلعی میں ہے۔ اس کے علاوہ ہاشمی پر حرمت تو صریح حدیث سے ثابت ہے۔ جس کی پوری شرح فتح القدیر میں ہے۔

امام عمر بن نجیم المصریؒ (المتوفی ۱۰۰۵ھ) النہر الفائق میں اور علامہ حسام الدین السغناقیؒ المتوفی ۷۱۰ھ) النہایہ میں لکھتے ہیں۔

لو استعمل الهاشمی علی الصدقة فاجری له منها رزق لا ینبغی له اخذه ولو عمل و رُزق من غیرها فلا باس به قال فی البحر وهذا یفید صحة تولیته وان اخذه منها مکروه لا حرام الخ والمراد کراهة تحریم الخ۔

اگر عامل ہاشمی کو صدقات پر مقرر کیا گیا اور اس کو ان صدقات کے علاوہ کسی دوسرے مال سے اجرت دیدی گئی تو اس میں حرج نہیں بحر میں لکھا ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاشمی کو اس کام پر مقرر کرنا جائز ہے۔ اور ہاشمی غیر زکوٰۃ سے بطور اجرت لے سکتا ہے مگر مکروہ ہے حرام نہیں علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ صاحب بحر کے کلام میں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے

علامہ شامیؒ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ہاشمی کے لیے زکوٰۃ سے اُجرت لینا بھی درست نہیں ہے۔

اور علامہ شامیؒ مکاتب ہاشمی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

لانہ اذا لم یجز لمعتق الھاشمی الذی صار حرًا یدا و رقبۃ فمکاتبۃ الذی بقی مملوکًا رقبۃً اولیٰ و من البحر عن المحیط قالوا لا یجوز لمکاتب الھاشمی وقال الشامی فی المدیون ونقل عن الحموی انہ یشترط ان لا یکون ھاشمیا۔

اس لیے کہ جب ہاشمی کے آزاد کردہ غلام کو دینا جائز نہیں جب کہ وہ مال و نفس کا مالک بھی خود ہو گیا ہو۔ تو وہ مکاتب جس کی گردن مالک کے قبضہ میں باقی ہے بطریق اولی اس پر ناجائز ہوگی۔ محیط سے بحر میں نقل کیا ہے کہ فقہا٫ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ ہاشمی کے مکاتب کو جائز نہیں تو مقروض کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ وہ مدیون و مقروض ہاشمی نہ ہو (مقروض ہاشمی کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے)۔

اور در مختار جلد ۲ صفحہ ۶۶ میں لکھتے ہیں۔

ولا الیٰ بنی ھاشم الا من ابطل النص قرابتہ وھم بنو لھب فتحل لبنی المطلب ثم ظاھر المذھب

اور بنو ہاشم میں سے اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے جس کی قرابت از روئے حدیث و دلیل باطل ہو چکی ہے۔ جیسے ابولہب اور علامہ عینیؒ نے جو یہ

فائدہ: ہشم کے معنی (کسر) توڑنے کے ہیں چونکہ انہوں نے سب سے پہلے روٹی توڑ کر سالن میں ڈال کر ثرید بنایا تھا اس لیے ان کو ہاشم کہنے لگے جامع الرموز ص۱۵۰ اور صراح صفحہ ۴۹۰ میں ہے کہ ان کا نام عمرو ہے۔
عمرو العلاء ھشم الثرید لقومہ۔ ورجال مکۃ مسنتون عجاف، بلند قدر عمرو نے قوم کے لیے ثرید بنایا اس حالت میں کہ مکہ والے قحط سالی کی وجہ سے پتلے دبلے تھے ۱۲۔

اطلاق المنع وقول العینیؒ والهاشمی یجوزله دفع زکوٰۃ لمثله صوابه لایجوز نهر

کہا ہے کہ بعض بنو ہاشم بعض کو دے سکتے ہیں درست وراست یہی بات ہے کہ جائز نہیں۔

اور علامہ شامی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قوله۔ اطلاق المنع یعنی سواء فی ذالک کل الازمان وسواء فی ذالک دفع بعضهم لبعض ودفع غیرهم لهم وروی ابوعصمة عن الامام انه یجوز الدفع الی بنی هاشم فی زمانه لان عوضها وهو خمس الخمس لم یصل الیهم لاهمال الناس امر الغنائم وعدم ایصالها الی مستحقیها واذا لم یصل العوض عاد الی المعوض کذا فی البحر وقال فی النهر وجوز ابویوسفؒ دفع بعضهم الی بعض وهو روایة عن الامام وقول العینیؒ والهاشمی یجوزله ان یدفع زکوٰته الی هاشمی مثله عند ابی حنیفة رح خلافا لابی یوسفؒ صوابه لایجوز ولا یصح حمله علی اختیار الروایة السابقة عن

یہ حکم جو مطلق منع کا نقل کیا ہے اس سے سب زمانوں کے متعلق ممانعت ثابت ہوئی۔ اور اسی طرح اگر بعض ہاشمی بعض کو دیں یا غیر ہاشمی ان کو دے سب ناجائز ہے۔ اور ابوعصمہ نے امام ابوحنیفہ سے جواز نقل کیا ہے اپنے زمانہ میں کیونکہ زکوٰۃ کا عوض خمس الخمس ہاشمیوں کو اب نہیں ملتا جب خمس الخمس نہیں ملتا تو اصل (یعنی زکوٰۃ) ان کو ملے گی۔ کذا فی البحر۔

اور نہر میں لکھا ہے کہ امام ابویوسفؒ کے نزدیک بعض بنو ہاشم بعض کو دے سکتے ہیں اور ایک روایت امام اعظمؒ سے بھی یہی ہے۔ علامہ عینیؒ کا قول کہ بنو ہاشم بعض بعض کو دے سکتے ہیں یہ امام صاحبؒ کا مذہب ہے امام ابویوسفؒ ان کے مخالف ہیں درست بات یہ ہے کہ جائز نہیں امام اعظمؒ کے نزدیک بھی (اور یہ صحیح نہیں نہیں کہ اس جواز کے) قول کو امام صاحبؒ کے پہلے قول پر ترجیح دی جائے (جس میں منع

الاهمام لمن تامل الخ کلام صاحب النھر ووجھہ انہ لو اختار تلک الروایۃ ما صح قولہ خلافا لابی یوسفؒ من انہ موافق لھا الخ کلام الشامیؒ۔

گیا ہے۔ اور صحیح بھی یہی ہے) عند المتامل۔ شامیؒ فرماتے ہیں اس لیے کہ اگر امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہوتی تو خلافاً لابی یوسفؒ کا کیا معنی؟ کیونکہ جب امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی جائز ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک بھی جائز ہے تو خلافاً لابی یوسفؒ کا کیا معنی؟ فتدبر

فائدہ: ہم نے علاّمہ شامیؒ کی عبارت بالتفصیل اس لیے پیش کی ہے کہ بعض ناواقف دوست (جیسا کہ میں نے سبب تالیف میں لکھا ہے) علامہ موصوفؒ کی عبارت کا حوالہ دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک سادات کے لیے زکوٰۃ جائز ہے۔

جو بھی سلیم الطبع اور منصف مزاج ہے علامہ موصوفؒ کی عبارت سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ انہوں نے کیا فرمایا ہے؟ اور ان کی عبارت سے مندرجہ ذیل کے فوائد ہمیں حاصل ہوئے۔

۱۔ علامہ حصکفیؒ نے جو یہ روایت نقل کی ہے کہ بعض بنوہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں علاّمہ شامیؒ نے صوابہ لایجوز۔ کہہ کر اس کو ردّ کر دیا ہے۔

۲۔ علامہ ابن عابدینؒ نے سب ازمنہ کی تعمیم کر کے اس روایت کی تردید کر دی جو ابو عصمہ سے وکان ممتنعاً فی ذالک الزمان الخ کے الفاظ سے نقل کی جاتی ہے اور ساتھ ہی وسواء فی ذالک دفع بعضھم لبعض کہہ کر ان مجوّزین کی تمام تر ناجائز تاویلات کی جڑ کاٹ دی ہے۔

۳۔ جو روایت امام صاحبؒ سے منقول تھی (گو یہ نقل غیر معتبر ہے) کہ امام صاحبؒ دفع بعضھم لبعض کے قائل ہیں صوابہ لایجوز کہہ کر اس کا قلع قمع کر دیا ہے۔

۴۔ ہر ایک مسئلہ کے ساتھ غیر ہاشمی کی قید بڑھا کر بات اور پختہ کر دی ہے مثلاً مدیون میں غیر ہاشمی۔ عامل میں غیر ہاشمی مکاتب میں غیر ہاشمی کی قیود اسی لیے لگائی ہیں

کہ بات بالکل واضح ہوجائے۔

اب ان بالا تصریحات کے سُننے پڑھنے کے بعد بھی کوئی منصف مزاج یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ درمختار یا شامی میں ہاشمی کے لیے زکوٰۃ یا عامل بن کر زکوٰۃ کی رقم سے اُجرت لینا جائز لکھا ہے۔ ع بریں عقل و دانش بباید گریست۔

۱۴۔ اور علامہ محمد عبد الرحمن الدمشقی (الشافعیؒ) رحمت الامۃ ص۴۵، ۴۶ میں لکھتے ہیں۔

واجمعوا علی تحریم الصدقة المفروضة علی بنی هاشم وهم خمس بطون ال علیؓ وال عباسؓ وال جعفرؓ وال عقیلؓ وال الحارث بن عبد المطلب واختلفوا فی بنی عبد المطلب فحرمها[1] مالك و الشافعیؒ واحمد فی قولیه وجوزها ابوحنیفة» الخ

سب علماء (محدثینؒ وفقہاءؒ) کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقہ مفروضہ بنو ہاشم پر حرام ہے اور وہ آل علیؓ و آل عباسؓ و آل جعفرؓ و آل عقیلؓ و آل حارث ہیں مگر اس میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے کہ بنو مطلب بھی اسی حکم میں شامل ہیں یا نہیں تو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ (فی روایۃ مشہورۃ) بنو مطلب پر بھی حرام کا فتویٰ دیتے ہیں اور امام اعظمؒ جائز قرار دیتے ہیں۔

۱۵۔ اور نیل الاوطار جلد ۴ ص۵۹ میں ہے۔

ولما آل النبی علیه السلام فقال اکثر الحنیفة وهو المصحح عن الشافعیة و الحنابلة وکثیر عن الزیدیة انها تجوز لهم صدقة التطوع دون الفرض قالوا لان المحرم علیهم انما هو اوساخ الناس وذالك هو الزکوة لا صدقة

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہل پر صدقہ مفروضہ کو حرام سمجھنے والے اکثر احنافؒ و شوافعؒ و حنابلہؒ اور بہت سے فرقہ زیدیہ کے علماء ہیں۔ اور دلیل یہ ہے کہ میل کچیل مفروضہ صدقہ ہی ہے نفلی صدقہ میل کچیل نہیں ہے۔ بحر میں لکھا ہے کہ صدقہ تطوع (نفلی) کو ہبہ اور ہدیہ پر قیاس

---

[1] فائدہ: فتح الملہم جلد ۳ ص۹۹ میں امام مالکؒ کا مسلک امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

التطوع وقال فی البحر انه خصّ صدقة التطوع بالقیاس علی الھبة والھدیة الخ

کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے۔

۱۶۔ اور شرح ہدایہ جلد۲ ص۱۸۸ میں وہی عبارت جو قاضیخاں وغیرہ سے پیش کی گئی ہے موجود ہے۔

۱۷۔ حجۃ اللہ البالغہ مترجم جلد۲ ص۱۰۹ مع ترجمہ شموس البالغہ جلد۲ ص۱۰۹

قوله انما ھذہ الصدقات ھی اوساخ الناس الخ اقول انما کانت ھذہ اوساخ لانھا تکفر الخطایا وتدفع البلاء وتقع فداءً عن العبد الخ

یہ صدقات میل کچیل ہیں میں کہتا ہوں اس لئے میل ہیں کہ یہ لوگوں کے گناہ دھوتے ہیں اور تکالیف دور کرتے ہیں (یعنی صدقات کی وجہ سے بعض تکالیف دور ہوتی ہیں کما ورد فی الحدیث الصدقة تمنع میتة السوٓ الجامع الصغیر ج۲ ص۵۰) اور یہ بمنزلہ فدیہ کے واقع ہوتے ہیں بندے سے (تو ان میں کچھ نہ کچھ میل آ گئی جو میری اہل کے لیے جائز نہیں)

۱۸۔ البحر الرائق جلد۲ مصری ص۲۴۶ للعلامۃ زین العابدین ابن نجیم المصریؒ مولف اشباہ وغیرہ المتوفی سنہ ۹۷۰ھ)

قوله وبنی ھاشم ای لا یجوز الدفع لھم لحدیث البخاری نحن اھل بیت لا تحل لنا الصدقة ولحدیث ابی داؤد مولی القوم من انفسھم وانا لا ناکل الصدقة الی ان قال وقیدہ المصنف فی الکافی تبعا لما فی الھدایة و

بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ جائز نہیں بخاری کی حدیث میں مذکور ہے کہ ہم اہل بیت ہیں اور ہمارے لیے زکوٰۃ جائز نہیں اور ابوداؤد کی روایت میں موجود ہے کہ غلام قوم کا قوم ہی میں سے اس کا شمار ہوتا ہے (اور ہم چونکہ صدقہ نہیں کھایا کرتے) لہذا ہمارے غلام بھی نہیں کھا سکتے۔ اور مصنف نے کافی میں ہدایہ اور شرح ہدایہ کی پیروی کرتے ہوئے پانچ بطون

شروحها بآل علیؓ وآل عباسؓ
وجعفرؓ وعقیلؓ وحارثؓ ومشیٰ
علیہ الشارح الزیلعیؒ والمحقق فی
الفتح القدیر الی ان قال ونص
فی البدائع علی ان الکرخیؒ قید
بنی هاشم بخمسة من بنی
هاشم فکان المذهب التقیید
لان الامام الکرخیؒ ممن هو اعلم
بمذهب اصحابنا الی ان قال
وهذا فی الواجبات کالزکوٰة والنذر
والعشر والکفارة واما التطوع و
الوقف فیجوز الصرف الیهم الخ
الی ان قال واطلق الحکم فی
بنی هاشم ولم یقید
بزمان ولا بشخص للاشارة
الی رد روایة ابی عصمة عن الامام
انه یجوز الدفع الی بنی هاشم فی
زمانه لان عوضها وهو خمس
الخمس لم یصل الیهم لاهمال
الناس امر الغنائم وایصالها
الی مستحقیها واذا لم یصل الیهم

(آل علیؓ آل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل حارثؓ)
کی قید لگائی ہے اور اسی کو امام زیلعیؒ اور ابن ہمامؒ نے
اختیار کیا ہے اور بدائع میں نص پیش کیا ہے کہ
علامہ کرخیؒ (المتوفی ۳۴۰ھ) نے بنو ہاشم کو پانچ
بزرگوں کے ساتھ مقید کیا ہے (آل علیؓ وغیرہ) تو
مذہب (حنفی) یہی ہوگا کہ بنو ہاشم کو ان پانچ حضرات
کی اولاد سے مقید کیا جائے (نہ یہ کہ تمام بنو
ہاشم مراد ہوں) کیونکہ امام کرخیؒ احناف کے
مذہب کو خوب جانتے ہیں۔ یہ حکم واجبات
میں ہے مثلاً زکوٰۃ نذر عشر کفارہ اور نفلی
صدقات اور وقف وغیرہ تو ان (یعنی
سادات کو) دینا جائز ہے (یہی احناف
کا بلکہ جمہور اہل اسلام کا مذہب ہے)
اور بنو ہاشم میں کسی زمانہ اور کسی شخص
کی قید نہیں لگائی (بلکہ حکم کو مطلق چھوڑا ہے)
اس میں اشارہ ہے کہ جو روایت ابو عصمہ
نے امام اعظمؒ سے جواز کی نقل کی ہے کہ اس زمانہ
میں ہاشمیوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ کیونکہ جو
ان کا حق تھا خمس الخمس (خمس کا پانچواں حصہ) جب
ان کو نہیں پہنچتا کیونکہ لوگوں نے غنیمت کو
جہاد کے ترک کی بنا پر چھوڑ دیا ہے اور جب

العوض عادوا الی المعوض وللاشارة الی رد روایة بان الھاشمی یجوزله ان یدفع زکوٰته الی ھاشمی مثله لان ظاھر الروایة المنع مطلقا وقید بمولی الھاشمی لان مولی الغنی یجوز الدفع الیه انتھی کلام صاحب البحر الرائق ملتقطاً

کہیں حاصل بھی ہو تو غیر مستحق کو دی جاتی ہے تو اس بناء پر جب ان کو خمس الخمس نہیں ملتا تو زکوٰۃ دینی جائز ہوگی۔ یہ روایت مردود (وناقابل عمل) ہے۔ اور نیز اس (اطلاق) میں اشارہ ہے کہ جو روایت یہ نقل کی جاتی ہے کہ بنو ہاشم بعض بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یہ بھی مردود ہے۔ اور بنو ہاشم کے غلام کی قید اس لیے لگائی ہے کہ غنی کے غلام کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور مولیٰ (غلام) ہاشمی کو دینا جائز نہیں ہے۔

ہمیں اس عبارت مذکورہ بالا سے چند اہم فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ یہ کہ صدقات بر بنی ہاشم کا مضمون کسی فقہی روایت یا قیاس ہی سے نہیں ثابت بلکہ احادیث صحاح سے ثابت ہے یدل علیه قوله لحدیث البخاری ولحدیث ابی داؤد (وغیرہما)

۲۔ بنو ہاشم سے سب نہیں مراد بلکہ بطون خمسہ (پانچ قبیلے) مراد ہیں یدل علیه قوله قیده المصنف الخ۔

۳۔ یہ حرمت صدقات مفروضہ میں ہے تطوع (نفلی) و وقف میں نہیں (وقف میں بھی اختلاف ہے کما مر منا فتذکرہ) یدل علیه قوله واما التطوع الخ

۴۔ امام کرخی حنفیؒ جو کہ اعلم ہیں بمذہب ابی حنیفہؒ وہ بنو ہاشم پر صدقات کو حرام فرماتے ہیں اور ان کو پانچ بطون سے مقید کرتے ہیں۔ یدل علیه قوله نص فی البدائع الخ

۵۔ جو روایت ابو عصمہ نے امام ابو حنیفہؒ سے جواز کی نقل کی ہے وہ مردود ہے اور قابل اخذ نہیں یدل علیه قوله للاشارة الی رد الخ۔

۶۔ نیز یہ روایت کہ بعض بنو ہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں مردود ہے یدل علیہ قولہ بان الہاشمی یجوز لہ الخ۔

۷۔ مولیٰ ہاشمی کے لیے بھی زکوٰۃ جائز نہیں۔ یدل علیہ قولہ وقید بمولی الہاشمی الخ۔

ان فوائد کو مستحضر رکھنا تاکہ ہمیں آگے کام آئیں گے داشتہ آید بکار۔

فائدہ عظیمہ۔ البحر الرائق جلد ۲ ص ۲۴۶ میں ہے۔

عباس رض وحارث عمّان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعفر وعقیل اخوان لعلی بن ابی طالب وھو (ای علی رض) ابن عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان لابی طالب اربعہ من الاولاد ولد طالب فمات ولم یعقب وکان بینہ و بین عقیل عشر سنین وبین عقیل وجعفر عشر سنین وبین جعفر وعلی عشر سنین و اُمھم فاطمۃ بنت اسد بن عبد مناف کذا فی غایۃ البیان وجمہرۃ النسب الخ

حضرت عباس رض اور حارث حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے چچے ہیں اور حضرت جعفر رض اور عقیل رض علی رض بن ابی طالب کے بھائی ہیں (تو یہ حضور کے چچے زاد بھائی ہوئے) ابوطالب کے چار بیٹے تھے طالب اسی کے نام سے کنیت ابوطالب مشہور تھی عرب کی عادت تھی بڑے بیٹے کے نام سے کنیت رکھتے تھے وللتفاول ایضا راجع لہ کتب الکنی) طالب کی اولاد نہ تھی پھر دس سال کے بعد حضرت عقیل رض اور ان کے بعد دس سال حضرت جعفر رض اور ان کے بعد دس سال حضرت علی رض پیدا ہوئے (اور یہ سب صاحب اولاد تھے) اور ان کی ماں فاطمہ بنت اسد بن عبد مناف تھی کتاب غایۃ البیان (للعلامۃ الامیر کاتب الاتقانی رح المتوفی ۷۵۸ھ) اور کتاب جمہرۃ النسب میں یوں ہی لکھا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ وتوفیقہ ہم نے چونکہ اس باب میں مسئلہ کے ہر پہلو پر مختصر مگر کار آمد بحث کرنی ہے لہٰذا ہم یہ بحث بھی مکمل کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ حافظ محب الطبریؒ (احمدؒ بن عبداللہ المکیؒ المتوفی ۶۹۴ھ) اپنی مشہور کتاب ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوالقربیٰ) میں۔

۲۔ اور علامہ قسطلانیؒ (احمدؒ بن محمد المصریؒ المتوفی ۹۳۲ھ) اپنی مشہور تصنیف مواہب اللدنیہ میں۔

۳۔ اور علامہ زرقانیؒ جلد ۱ ص ۱۴۲ محمدؒ بن عبدالباقیؒ بن یوسف الزرقانی المصریؒ المتوفی ۱۱۲۲ھ) شرح المواہب اللدنیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ (عربی عبارت ہم بوجہ طول نہیں پیش کرتے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے علاوہ آپ کے بارہ چچے تھے ہم بشمولیت آپ کے والد ماجد کے سب کا اختصاراً تذکرہ کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ والد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کی شادی ہوئی تو ان کی عمر سترہ برس سے کچھ زیادہ تھی شام کو تجارت کے لیے گئے اور واپس آتے ہوئے مدینہ منورہ میں بیمار ہو کر انتقال کر گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ابھی ولادت نہیں ہوئی تھی راجع لہ الزرقانی جلد ۱ ص ۱۴۲ وطبقات ابن سعد وغیرہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ الخ تھا اور آپ کی نانی کا نام برہ بنت عبد العزیٰ تھا (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۱۰) اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دادی کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ تھا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۷۹)

۲۔ حارث بن عبدالمطلب، عبدالمطلب کے سب بیٹوں میں بڑے تھے اور اپنے باپ (عبدالمطلب) کی موجودگی میں قبل از ظہور اسلام انتقال کر گئے ان کی اولاد حضرت ابوسفیان (یہ حضرت ابوسفیان بن حرب نہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد ہیں۔

ونوفل وربیعۃ ومغیرہ وعبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو سب صحابی ہیں۔

۳۔ ابوطالب ان کا نام عبدمناف ہے۔ یہ حضرت عبداللہ والد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے عینی (ماں اور باپ دونوں کی طرف سے) بھائی ہیں نہ خود ایمان لائے نہ اُن کے بڑے بیٹے طالب باقی ان کے تین بیٹے حضرت عقیلؓ حضرت جعفرؓ اور حضرت علیؓ اور ایک بیٹی حضرت ام ہانیؓ سب مُسلمان ہوئے۔

بنایہ شرح ہدایہ جلد ا ص ۱۱۱۵ (للبدر الدین محمودؒ بن احمد العینی الحنفیؒ شارح صحیح بخاری المتوفی ۸۵۵ھ) میں ہے۔

ذهب بعض الشیعة (الشنیعة) الی انه (ای ابوطالب) مات مسلما والذی صح فی البخاری بخالفه انتی۔

بعض شیعہ (لوگ) کہتے ہیں کہ ابوطالب مسلمان ہو کر مرے لیکن بخاری (وغیرہ) میں اس کے خلاف مذکور ہے اور یہی صحیح ہے (کہ کفر کی حالت میں مرے)

بخاری کی جس حدیث کی طرف علامہ محقق نے اشارہ فرمایا ہے وہ جلد ۲ ص ۶۷۵ میں بایں الفاظ مروی ہے۔

لما حضرت ابا طالب الوفات دخل علیه النبی صلی الله علیه وسلم وعندهٔ ابوجهل وعبدالله بن ابی امیة فقال النبی صلی الله علیه وسلم۔ ای عمّ قل لا اله الا الله اُحاجَّ لك بها عندالله فقال ابوجهل و عبدالله بن ابی امیة یا ابا طالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فقال النبی

کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں ابوجہل اور حضرت عبداللہؓ بن ابی امیہ (جو ۸ھ میں مُسلمان ہوئے ہیں) موجود تھے۔ آپ نے فرمایا اے میرے چچے لا الٰہ الا اللہ پڑھیں تاکہ میں تمہارے لیے خدا تعالیٰ کے ہاں شفاعت کر سکوں ابوجہل وعبداللہؓ بن ابی امیہ نے کہا اے ابوطالب اب تم (اپنے باپ) عبدالمطلب کے مذہب سے ہٹنا چاہتے ہو (جب مسلمان نہ ہوا۔ اور اسی

صلی اللہ علیہ وسلم لاستغفرن لک مالم انہ عنک فنزلت مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ٥

حالت میں فوت ہوگیا) تو حضور نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے استغفار کروں گا جب تک کہ مجھے منع نہ کیا جائے (یہ حضور کی شفقت کی بناء پر تھا، تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی نبی کو اور مومنوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ مشرکوں کے لیے استغفار (دعائے مغفرت) کریں) اگرچہ قریبی ہی کیوں نہ ہوں جبکہ ان کو خوب معلوم بھی ہو جائے کہ (وہ کفر و شرک پر موت کی وجہ سے) جہنمی ہیں (حضور نے پھر دعا کرنی بھی چھوڑ دی)

اور جلد اصف ۱۸۱ میں اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فلم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرضها علیه ویعودان بتلك المقالة حتی قال ابوطالب آخر ما کلمهم به هو علی ملة عبد المطلب وابی ان یقول لا اله الا الله الحدیث

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بربار یہ کلمہ پیش کرتے رہے اور ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ وہی بات دہراتے رہے کہ تو اپنے باپ عبدالمطلب کی ملت کو ترک کرتا ہے؟ یہاں تک کہ آخری بات ابوطالب نے جو ان سے کہی وہ یہی تھی کہ میں عبدالمطلب کی ملت پر ہی ہوں اور اس نے لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔

بعینہ یہی حدیث بتغیر بعض الفاظ و باتحاد مضمون مسلم جلد اصف ۴۰ میں مذکور ہے۔ اور صحیح مسلم جلد اصف ۱۱۵ میں یہ روایت بھی منقول ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اهون اهل النار عذابا ابوطالب وهو منتعل بنعلین یغلی منهما دماغه۔

آپ فرماتے ہیں کہ سب سے ہلکا عذاب دوزخیوں میں سے ابوطالب کو ہوگا کیونکہ کفر پر رہتے ہوئے بھی حضور کی بڑی ہمدردی کی) اس کے پاؤں پر (آگ کے) جوتے ہوں گے جس کی وجہ سے دماغ ابلتا ہوگا۔ اعاذنا اللہ منہ ومن سائر انواع العذاب۔

ان صحیح روایات سے ان کا بحالت کفر ہی وفات کرنا ثابت ہوتا ہے وفات سنلہ نبوت میں ہوئی تین دن کے بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی (نووی جلد ص) بریلوی حضرات کے مفتی احمد یار خاں صاحب نور العرفان ص۶۲۵ میں لکھتے ہیں کہ۔ ابوطالب نے کی ایسی خدمتیں کی ہیں کہ سبحان اللہ مگر ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے وہ جنتی نہ ہوئے خیال رہے کہ ابوطالب کے ایمان میں اہل السنت میں اختلاف ہے حق یہ ہے کہ وہ شرعاً مومن نہ تھے الخ

سیرت ابن ہشام مطبوعہ مصر ص۱۴۶ میں ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ مرتے وقت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے تھے حضرت عباسؓ نے (جو اس وقت تک کافر تھے) کان لگا کر سنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے کہا کہ تم نے جس کلمہ کے لیے کہا تھا ابوطالب وہی کہہ رہے ہیں۔ اس روایت میں چند وجوہ سے کلام ہے۔

۱۔ یہ روایت تاریخ کی ہے حدیث کی نہیں اور صحیح مسلم و بخاری وغیرہ کے مقابل ہے تو ترجیح صحیحین کو ہوگی۔

۲۔ یہ روایت محمد بن اسحٰق سے ہے جس پر اس بحث کو ختم کرکے ہم کلام کریں گے۔

۳۔ اس روایت کے سلسلے میں عباسؓ بن عبداللہؓ بن معبدؒ گو ثقہ راوی ہیں اور حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ صحابی ہیں مگر بیچ کا ایک راوی رہ گیا ہے تو یہ روایت منقطع ہوئی جو جمہور کے نزدیک حجت نہیں۔ خصوصاً جب اس کے مقابل صحیح و صریح روایت ہو۔

فائدہ۔ بعض علماء کو یہ غلطی ہوئی کہ بخاری و مسلم کے اخیر کے راوی حضرت مسیبؓ ہیں جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے اور ابوطالب کی وفات کے وقت وہ موجود نہ تھے اس لیے علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری کتاب الجنائز میں لکھا ہے کہ یہ روایت بھی مرسل ہے الخ اس سے وہ بخاری و مسلم کی روایت کی اہمیت کو کم

کرنا چاہتے ہیں) ہم نے اسی لیے علامہ عینیؒ کی (بنایہ) سے عبارت نقل کی تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ شائد علامہ عینیؒ بھی اس کے قائل ہیں۔ پہلے تو مرسل حضرات صحابہؓ جمہورؒ کے نزدیک حجت ہے۔ جیسا کہ (التقریب النواوی ص۱۷ میں علامہ نوویؒ لکھتے ہیں۔

اما مرسل الصحابة۔ وهو روايته مالم يدركه او يحضره كقول عائشة اول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة فمذهب الشافعيؒ والجماهير انه يحتج به۔ وقال الاستاذ ابو اسحٰق الاسفرائني الشافعي انه لا يحتج به الا ان يقول انه لا يروي الا عن الصحابي والصواب الاول انتهى۔

حضرات صحابہؓ کا مرسل یعنی وہ روایت جو صحابی نقل کرے اور اس وقت کو (جس کی روایت کرتا ہے) نہ پایا ہو یا اس وقت مسلمان تو ہو گیا ہو مگر موجود نہ تھا جیسا کہ حضرت عائشہؓ (حالانکہ یہ اس وقت موجود بھی نہ تھیں یہ ۵ سنہ نبوت میں پیدا ہوئیں) فرماتی ہیں کہ اول جو آثار وحی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئے وہ سچی خوابیں تھیں (جو چھ ماہ قبل از بعثت دیکھتے رہے) امام شافعیؒ اور جمہور اہل اسلام فرماتے ہیں کہ ایسا مرسل صحابی حجت ہے۔ امام ابو اسحٰق اسفرائنیؒ (شافعی المذہب) کہتے ہیں کہ جب تک یہ نہ ثابت ہو جائے کہ یہ صحابی کسی تابعی وغیرہ سے روایت نہیں کرتا بلکہ صحابی ہی سے روایت کرتا ہے تو ایسا مرسل حجت ہوگا ورنہ حجت نہ ہوگا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جمہور کا مذہب ہی صحیح ہے کہ مطلقاً مرسل صحابی حجت ہوتا ہے۔

اور نووی جلد ۲ ص۲۸۴ میں فرماتے ہیں مرسل الصحابی حجۃ عند الجمہور۔ انتہی

۲۔ ایسی ہی عبارت کتاب القرأۃ للبیہقیؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) ص۱۴۶ میں مذکور ہے

۳۔ تعلیق الحسن جلد ۲ ص۷۷ میں حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عراقیؒ سے بھی بعینہا یہی عبارت پیش کی ہے۔ اس کے علاوہ اگر دومنٹ کے لیے یہ بھی تسلیم

کر لیا جائے کہ یہ حدیث مرسل ہے تو جب کہ کوئی اور مرسل یا مرفوع روایت اس کی تائید بن سکے تو جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ راجع مقدمہ نووی ص ۱۷۔

اور اس کی مؤید حدیث مسلم جلد ا ص ۴۰ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے بایں الفاظ مروی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمہ قل لا الہ الا اللہ اشھد لک بھا یوم القیمۃ قال لولا ان تعیرنی قریش یقولون انما حملہ علی ذلک الجزع لاقررت بھا عینک فانزل اللہ تعالی انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا جان لا الہ الا اللہ کہ تاکہ میں تیرے لیے قیامت کے دن گواہی دے سکوں چچے نے جواب دیا کہ اگر مجھے قریش کے عار کا خوف نہ ہو تو میں تیری آنکھیں ٹھنڈی کرتا (یعنی کلمہ پڑھتا جو تجھے خوشی ہوتی) تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اے نبی آپ (ہدایت کا راستہ تو بتلا سکتے ہیں) مگر جس سے آپ محبت کرتے ہیں اس کو (حقیقۃً) ہدایت دے دینا خدا تعالی کا کام ہے (آپ کا نہیں)

غنیۃ الطالبین ص ۶۱۰ میں ہے فالدعوۃ الیہ علیہ السلام والھدایۃ لیست الیہ لانہ علیہ السلام قال بعثت ھادیا ولیس الیّ من الھدایۃ شیٔ الخ کہ دعوت الی الاسلام تو آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا کام ہے۔ ہدایت دے دینا ان کا کام نہیں، کیونکہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ میں ہدایت کا راستہ بتلا تو سکتا ہوں ہدایت دے نہیں سکتا۔ اس کے علاوہ بھی کئی صحیح احادیث اس مضمون کی موجود ہیں کہ ابو طالب کی وفات کفر پر ہوئی (ملاحظہ ہو حاشیہ سیرت النبی از علامہ سید سلیمان ندویؒ ج ا ص ۲۴۳) طبع لاہور۔

گو حضرت ابو ہریرہؓ ہجرت کے بعد ۷ھ کو مسلمان ہوئے اور ابو طالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے۔ لیکن جمہور کا مذہب جیسا کہ پہلے ہم نے پیش کیا ہے یہی

ہے کہ مرسل صحابی کا حجت ہے نیز ہم نے اس کو تائید کے لیے پیش کیا ہے۔

تدریب الراوی۔ للامام جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) مصری ص ۲۸ وحبل المتین ص ۱۷ وتعلیق الحسن جلد ۲ ص ۸۷ وص ۴۸ للمحقق النیمویؒ تلمیذ مولانا عبدالحیؒ (المتوفی ۱۳۲۴ھ) وابکار السنن ص ۱۷۹ وص ۱۳۱ ومقدمہ نووی ص ۱۶ ومیزان الاعتدال جلد ۱ ص ۳ وانہاء السکن مقدمہ اعلاء السنن ص ۲۴ واللفظ للآخر (لفظ انہاء السکن کے ہیں)

الضعیف یکفی للاعتبار وھذا مجمع علیہ بین المحدثین الخ	ضعیف روایت سے تائید ہو سکتی ہے یہ علماً محدثین کا اتفاقی مسئلہ ہے۔

توجب ضعیف روایت سے تائید جائز (بلکہ محدثین کا اتفاق) ہے تو یہ مذکورہ بالا صحیح روایت جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کیوں قابل تائید نہیں

ایک اعتراض اور اس کا مدلل جواب۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب یہ کہہ دیں کہ یہاں مسلم کی روایت میں لعمہ کا لفظ ہے جس کا معنی ہے کہ اپنے چچا کو کہا تو جب آپ کے ابوطالب کے بغیر بھی اور بہت سے چچے تھے تو ہو سکتا ہے کہ کوئی اور مراد ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نووی جلد ۱ ص ۴۱ اور فتح الملہم جلد ۱ ص ۱۹۷ میں ہے

فقد اجمع المفسرون علی انھا نزلت فی ابی طالب وکذا نقل اجماعھم علی ھذا الزجاج (المتوفی ۳۱۱ھ) وغیرہ الخ	سب اہل تفسیر کا اتفاق ہے کہ یہ آیت (انک لاتھدی الخ) ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی امام زجاجؒ وغیرہ نے بھی اس اجماع کو نقل کیا ہے۔

نیز مسلم جلد ۱ ص ۱۱۵ میں ہے۔

عن عبداللہ بن الحارث قال سمعت العباس یقول قلت یا رسول اللہ ان	حضرت عبداللہؓ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں

اباطالب کان یحوطك وینصرك ویغضب لك فهل نفعه ذلك قال نعم وجدته فی غمرات من النار فاخرجته الی ضحضاح[1]

کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت ابوطالب کا کیا حال ہوگا وہ تو آپ کی حفاظت کرتا تھا مدد کرتا رہا۔ آپ کے لیے لوگوں سے جھگڑتا (ناراض ہوتا) رہا تو کیا اس کو نفع پہنچے گا آپ نے فرمایا ہاں میں نے اس کو جہنم کی گہری آگ میں پایا اور میں نے اس کو نکالا تھوڑی آگ کی طرف (یعنی ان احسانات کی وجہ سے کچھ تخفیف ہوگئی اور میری نسبت اس کا سبب بنی)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عباسؓ ان احسانات کے متعلق سوال کرتے ہیں جو ابوطالب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ روایت جو محمد بن اسحٰقؒ نے (بلسندہ) حضرت عباسؓ سے نقل کی ہے۔ وہ صحیح نہیں کیونکہ جب حضرت عباسؓ نے ابوطالب سے کلمۂ توحید خود سنا تو حضرت عباسؓ ضرور فرماتے یا رسول اللہ ابوطالب نے تو وہ کلمہ (لا الٰہ الا اللہ من قال دخل الجنۃ) پڑھا تھا۔ حضرت عباسؓ نے جب خود سنا تھا تو اس کو کیوں نہ پیش کیا جو ان احسانات کا تذکرہ فرماتے گئے۔ معلوم ہوا کہ ابن اسحٰق کی روایت قابل اعتبار نہیں۔ نیز حضرت ابن عباسؓ سے جو مسلم ج ۱ ص ۱۱۵ اھون اھل النار الحدیث پیش ہو چکی ہے۔ اس کی واضح دلیل ہے کہ ابوطالب کی وفات کفر پر ہوئی ہے۔

نیز حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے باپ ابوطالب کی وفات ہوگئی تو میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا کہ آپ کا چچا گمراہ وفات

---

[1] ضحضاح جو تھوڑا پانی ہو۔ ٹخنوں تک پہنچے۔ نووی جلد ا ص ۱۱۵۔

پاچکا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جاکر دفن کر دو مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ابوداؤد جلد ا ص ۱۰۲ ان عمك الشيخ الضال قد مات قال اذهب فوار اباك الخ ترجمہ گذر چکا ہے۔

۲۔ نسائی جلد ا ص ۲۱۹۔ ۳۔ طبقات ابن سعدؒ (المتوفی ۲۳۰ھ جلد ا ص ۷۹ قسم اوّل۔ ۴۔ بیہقی جلد ۳ ص ۳۹۸۔ ۵۔ نصب الرایہ جلد ۲ ص ۲۸۱۔ ۶۔ الدرایہ ص ۱۴۵ ۷۔ مسند احمد جلد ا ص ۹۷۔ ۸۔ وابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۱۴۲۔ ۹۔ و فتح الملہم جلد ا ص ۱۹۷ کہ آپ کا چچا بڈھا گمراہ مر چکا ہے حضور نے فرمایا جا کر چھپا دو (یعنی دفن کر دو)

اور شرح مہذب جلد ۵ ص ۲۵۸ اور بیہقی جلد ۳ ص ۳۰۵ میں روایت ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا مانگی یہاں تک کہ یہ آیت (ماکان للنبی والذین امنوا الآیۃ) نازل ہوئی۔

اور ابوداؤد طیالسیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) ص ۱۹ اور منتقی الاخبار لابن جارودؒ (المتوفی ۶۵۲ھ ص ۲۶۹) اور نصب الرایہ جلد ۲ ص ۲۸۲ میں ہے فقلت انه مات مشركاً فقال اذهب فواره کہ وہ مشرک مر گیا ہے آپ نے فرمایا کہ جاکر دفن کر دو۔ اس کو امام شافعیؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ نصب الرایہ جلد ۲ ص ۲۸۲ حضرت امام شافعیؒ کی یہ روایت کتاب الام ص ۱۵۱ ج ۷ اور مسند شافعیؒ ص ۱۲۵ میں مذکور ہے۔

ہم نے اصولی طور پر چند اشارے کر دیئے ہیں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔

فائدہ۔ سید احمدؒ بن سید زینی دحلانؒ نے اسنی المطالب فی نجات ابی طالب کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں اس قسم کی ضعیف اور موضوع حدیثیں پیش کی ہیں ہم نے اصولی طور پر ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ یہاں ہم حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانیؒ کی ایک مختصر مگر جامع اور مانع عبارت پیش کرتے ہیں۔

بحوالہ فتح الملہم جلد ا ص ۱۹۷

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رسالہ

قال الحافظ ابن حجرؒ و وقفت علی جزءٍ جمعہ بعض اھل الرفض اکثر فیہ من الاحادیث الواھیۃ الدالۃ علی اسلام ابی طالب ولا یثبت من ذالک شئیٌ وقد لخصت منہ فی ترجمۃ ابی طالب من کتاب الاصابۃ الخ

دیکھا ہے کہ جس کو ایک رافضی نے جمع کیا ہے اور اس میں کمزور ضعیف اور واہیات روائتیں ابوطالب کے اسلام پر نقل کی ہیں اور ان میں سے ایک چیز (حدیث) بھی ثابت نہیں جیسا کہ میں نے اپنی کتاب الاصابۃ فی تذکرۃ الصحابۃؓ میں ان کا خلاصہ درج کر دیا ہے۔

ہم نے وعدہ کیا تھا کہ محمد بن اسحٰق کا کچھ معمولی سا تعارف کرائیں گے دکتب اسماء الرجال میں اس پر بہت بسط سے کلام کیا گیا ہے ہم یہاں چند حوالے پیش کر دیتے ہیں تاکہ وہ بصیرت کا ذریعہ ہو جائیں یہاں دو بحثیں ہیں۔ اوّل محمد بن اسحٰق کا حضرات محدثینؒ کے نزدیک کیا درجہ ہے؟ ثانی ارباب تاریخ کے ہاں ان کا کیا درجہ ہے؟

بحث اوّل :۔ حضرات محدثین کے نزدیک محمد بن اسحٰقؒ بن یسار (المتوفی ۱۵۱ھ) کا درجہ یہ ہے جو مندرجہ ذیل درج ہے۔ توجیہ النظر ص ۲۹۰۔

۱۔ قال ابو زرعۃؒ ابن اسحق لیس یمکن ان یقضی لہ بشئی الخ

محدث ابو زرعہ رازیؒ فرماتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ محمد بن اسحق کے لیے کسی چیز کا فیصلہ کیا جائے۔ (یعنی ضعیف ہے اور ناقابل احتجاج)

۲۔ الجوھر النقی للعلامۃ الماردینیؒ (المتوفی سنہ ۷۴۹ھ) جلد ۱ ص ۱۵۵ میں ہے۔ الکلام فی ابن اسحٰق مشھور۔ کہ محمد بن اسحٰقؒ کے بارے میں حضرات محدثینؒ کے نزدیک کلام مشہور ہے۔

۳۔ فی سنن الکبری للبیھقیؒ فی باب تحریم قتل مالہ روح میں ہے۔

وکذا فی جلد ا ص ۲۶۳ الحفاظ یتوقون ما ینفرد به ابن اسحٰق الخ

حفاظ (محدثین) جس روایت کو تنہا محمد بن اسحٰق پیش کرے اس سے بچتے (اور اجتناب کرتے) ہیں۔

۴۔ تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی جلد ا ص ۱۶۳ میں ہے۔

حدیثه ینزل عن درجة الصحة الخ

ابن اسحٰق کی روایت صحت کے درجہ سے گری ہوئی ہے۔

۵۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ا ص ۱۶۴ میں ہے۔

قال الدار قطنی لا یحتج به الخ

امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحٰق قابل احتجاج نہیں۔

۶۔ الدرایۃ لابن حجر ص ۱۹۳ میں ہے۔

ابن اسحٰق لا یحتج به ما انفرد به من الاحکام فضلا عما اذا خالفه من هو اثبت منه۔ انتہی۔

ابن اسحٰق جب احکام (میں سے کوئی حکم) پیش کرے تو وہ قابل احتجاج نہیں چہ جائیکہ جب اس سے زیادہ ثقہ اس کے مخالف ہو۔

۷۔ الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۲۹۰ للمنذری (المتوفی ۶۵۶ھ) و فتح المغیث ص ۱۲۰ للسخاوی (المتوفی ۹۰۲ھ) تلمیذ حافظ ابن حجر میں ہے۔

قال احمد ابن اسحٰق رجل یکتب عنه المغازی واذا جاء الحلال والحرام اردنا قوما هٰکذا الخ

امام احمد فرماتے ہیں کہ ابن اسحٰق سے تاریخ کی باتیں تو لکھی جا سکتی ہیں لیکن جب حلال و حرام کا مسئلہ ہو تو ہم ایسی قوم کے طالب ہوں گے اور ہاتھ کی انگلیاں قبض کر لیں (جو ہاتھ کی انگلیوں کی طرح مشہور ظاہر باہر اور ثقہ و مضبوط ہوں۔

۸۔ کتاب الضعفاء ص ۵۲ للنسائی میں ہے محمد بن اسحٰق لیس بالقوی انتہی

محمد بن اسحٰق قوی نہیں ہے

۹۔ تاریخ خطیب بغدادی (المتوفی ۴۶۳ھ) جلد ا ص ۲۲۷ میں ہے۔

قال محمد بن احمد عبد الله

محمد بن احمد بن عبد اللہ بن نمیر (محدث مشہور)

بن نمیرؒ محمد بن اسحٰق یروی عن المجهولین بواطیل الخ

فرماتے ہیں کہ ابن اسحٰق مجہول راویوں سے باطل روائتیں پیش کرتا ہے ۔

۱۰ - میزان الاعتدال جلد ۳ صـ ۲۴ میں ہے ۔

وما انفرد به ففیه نکارة الخ

جس روایت کو تنہا محمد بن اسحٰق پیش کرے تو اس میں نکارۃ ہوتی ہے ۔

۱۱ - زاد المعاد جلد ۱ صـ ۱۴۳ حافظ ابن القیمؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) امام احمدؒ بن حنبلؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں ۔

قال احمدؒ هذا حدیث منکر ووهّی ابن اسحٰق ۔

یہ روایت منکر ہے اور ابن اسحٰق کو ضعیف اور واہی قرار دیا ۔

۱۲ - تہذیب التہذیب جلد ۹ صـ ۴۱ میں ہے ۔

قال مالك ابن اسحٰق دجال من الدجاجلة الخ

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ابن اسحٰق دجال ہے دجالوں میں سے ۔

۱۴ - میزان الاعتدال جلد ۳ صـ ۲۱ میں ہے ۔

قال سلیمٰن الیتمی کذاب و قال هشام بن عروه کذاب وکان یحیٰ ابن سعید ومالك یجرفان ابن اسحٰق وقال مالك دجال من الدجاجلة وقال یحیٰ بن سعید ن القطان اشهد ان محمد بن اسحٰق کذاب وقال یحیٰ بن معین لیس بذالك الخ ۔

سلیمن الیتمیؒ فرماتے ہیں کہ ابن اسحٰق کذاب ہے، ہشامؒ بن عروہؒ کہتے ہیں کہ (محمد بن اسحٰق) کذاب ہے یحیٰیؒ بن سعیدؒ اور امام مالکؒ (بہت) گرایا کرتے تھے ۔ ابن اسحٰق کو اور امام مالکؒ کہتے ہیں کہ ابن اسحٰقؒ دجال ہے دجالوں میں سے یحیٰیؒ بن سعید القطانؒ فرماتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد بن اسحٰق کذاب ہے یحیٰیؒ بن معینؒ کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کسی قابل نہیں ۔

فائدہ :۔ میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۳ میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں ۔

واردی عبارات الجرح دجال کذاب الخ

(جرح کی عبارتوں میں سب سے زیادہ ردی عبارت دجال اور کذاب کی ہے یعنی وہ روایت جس میں کذاب و دجال راوی ہو تو وہ گری ہوئی اور مردود روایت سمجھی جائے گی)

ہم نے یہ چند حوالے نقل کئے ہیں ورنہ چالیس سے زائد اور ہمارے پاس موجود ہیں بعض لاعلم و ناواقف لوگ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ نے اس قول سے رجوع کیا تھا ۔ مگر کتب اسماء الرجال میں ایک بھی صریح و صحیح حوالہ مذکور نہیں کہ امام مالکؒ نے رجوع کیا ہو ۔ بعض نے یہ تو کہا ہے کہ ممکن ہے کہ امام مالکؒ نے رجوع کیا ہو ۔ بعض نے یہ تو کہا ہے کہ امام مالکؒ چونکہ ابن اسحٰق کے پاس بیٹھے نہیں اور اس کو جانتے نہیں تھے اس لیے یہ کہا ہے مگر یہ کسی نے بھی کتب اسماء الرجال میں نہیں لکھا کہ امام مالکؒ نے رجوع کیا ہے ۔ اچھا ہم ایک منٹ کے لیے مان بھی لیں کہ امام مالکؒ نے رجوع کر لیا ہے لیکن سلیمان تیمیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے ہشامؒ بن عروہؒ کہتے ہیں کہ کذاب ہے اور یحییٰؒ بن سعید القطانؒ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے اسی طرح جو پہلے حوالے پیش کئے گئے انہوں نے تو رجوع نہیں کیا یا اگر کیا ہے تو بتلایا جائے وَاَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ۔ بعض لوگوں نے ابن اسحٰق کی روایات کو قبول بھی کیا ہے اور بعض نے مثلاً مولانا عبدالحی لکھنویؒ وغیرہ نے کچھ اعتماد اس پر ظاہر کیا ہے مگر کتب اسماء الرجال کے مقابلہ میں ان کی بات قابل قبول نہیں ہم اس پر زیادہ کلام نہیں کرتے اختصاراً عرض کر دیتے ہیں مقدمہ زیلعیؒ ص ۴۹ میں ہے ۔

مولانا عبدالحیؒ له آراء شاذة له

(حضرت مولانا عبدالحیؒ کی بعض شاذ آراء ہیں)

تقیل فی المذھب واستشلا منہ لکتب التجریح من غیران یتعرف دخائلھا لا یکون مرضیا عند من یعرف ماھنالك انتہی۔

جو مذہب (حنفی) میں غیر مقبول ہیں اور کتب جرح وتعدیل میں ان کا کسی طرف مائل ہو جانا بغیر ان کے مقامات کی تحقیق کے ارباب فن کے ہاں ناقابلِ قبول ہے (محصلہ)

قول فیصل یہ ہے کہ محمد بن اسحٰقؒ کی ایسی روایت جو احکام اور حلال وحرام کی نہ ہو۔ اور کوئی اہم بات بھی نہ ہو۔ قرآن وحدیث صحیح سے متعارض بھی نہ ہو۔ اور اس کی سند میں مجہول ومدلس راوی بھی نہ ہو اور تنہا محمد بن اسحٰق نہ ہو بلکہ اس کا کوئی متابع اور شاہد بھی ہو۔ تو اس کی روایت تسلیم کر لی جائے گی مثلاً فضائل وغیرہ میں اس کی روایت مان لی جائے گی لیکن جب صحیح حدیث کے مقابل ہو تو ناقابل قبول ہے مثلاً جس مسئلہ کی وضاحت ہم نے کی کہ بخاری ومسلم وغیرہ میں ابوطالب کا بحالت کفر مرنا مروی ہے اور محمد بن اسحٰق کی روایت میں مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے (جو کہ سیرت ابن ہشام میں منقول ہے) تو اوّل اس روایت میں ایک راوی مجہول ہے پھر صحیحین سے تعارض بھی ہے تو محمد بن اسحٰق کی روایت تسلیم نہ ہو گی محمد بن اسحٰق کے متعلق یہی محقق رائے ہے و ھذا ھو الحق وللتفصیل موضع اخر۔

بحث ثانی محمد بن اسحٰق کا درجہ تاریخ میں۔ بعض علماء نے تاریخ میں ان کو امام کیا ہے۔

۱۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیرؒ جلد ۴ ص ۱۱۰ میں ہے۔
محمد بن اسحٰق امام فی المغازی الخ۔ کہ محمد بن اسحٰق تاریخ میں امام ہے۔

۲۔ قانون الموضوعات ص ۲۴۸ میں ہے

مختلف فی الاحتجاج بہ والجمھور علی قبولہ فی السیر الخ۔

اس کے قابل احتجاج ہونے میں اختلاف ہے لیکن جمہور سیرت میں اس کی بات کو مانتے ہیں۔

اس قسم کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں مگر خوفِ طوالت کی وجہ سے ہم پیش کرنے سے قاصر ہیں حق بات اس بحث میں بھی یہ ہے کہ مطلقاً تاریخ میں ان کی بات حجت ہو ایسا نہیں بلکہ ان اشیاء میں حجت ہے جو شاذ نہ ہوں اور اہل کتاب سے نہ لی گئی ہوں وغیرہ ذٰلك من الاشياء القادحة

۱۔ تذکرۃ الموضوعات صـــ۱۲۰ میں ہے۔

قال احمدؒ ثلاث كتب ليس لها اصول المغازى والملاحم والتفسير فمن اشهرها (كتب المغازى) مغازى محمد بن اسحٰق وكان يأخذ من اهل الكتاب الخ۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ تین قسم کی کتابیں ہیں جو اکثر بے اصل ہوتی ہیں۔ تاریخ جنگوں کے واقعات اور تفسیر۔ ان مشہور بے اصولی کتابوں میں کتاب محمد بن اسحٰق کی بھی ہے۔ اور یہ اہل کتاب (یہود اور نصارےٰ سے) روایت کر لیا کرتا تھا۔

۲۔ میزان الاعتدال جلد۳ صـــ۲۱ میں ہے۔

قال ابن معين قد حشا فى السيرة من الاشيا المنكرة والاشعار المكذوبة انتهى۔

امام ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ اس نے اپنی سیرت کو منکر اور جھوٹی روایات اور اشعار سے پُر کیا ہوا ہے۔

۳۔ موضوعات کبیر صـــ۱۰۱ ملا علی القاریؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) میں ہے۔

كان ابن اسحٰق يأخذ من اهل الكتاب الخ

محمد بن اسحاقؒ اہل کتاب سے روایت کیا کرتا تھا۔

۴۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صـــ۱۶۴ میں ہے۔

والذى تقرر العمل ان ابن اسحٰق اليه المرجع فى المغازى والايام النبوية مع انه ليشذ باشياء الخ

جو بات قابلِ عمل ہے وہ یہ ہے کہ مغازی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات میں ابن اسحٰقؒ کی بات مانی جائے گی مگر وہ بعض چیزیں شاذ بھی پیش کرتا ہے۔

قول فیصل تاریخ میں بھی یہی ہے کہ اس کی وہ باتیں قابل تسلیم ہیں جو بالدلائل (نقلیہ وعقلیہ) ثابت ہو جائیں کہ اُس نے وہ اہل کتاب سے نہیں روایت کیں اور کوئی روایت شاذ بھی نہ ہو۔ وہو الحق۔

۴۔ آپ کے چوتھے چچے زبیر تھے۔ انہوں نے بھی اسلام کا زمانہ نہیں پایا، اُن کی مذکر اولاد میں سے زبیرؓ اور صاجزادیوں میں ضباعۃؓ و صفیہؓ وام الحکمؓ وام زبیر مسلمان ہوئے

۵۔ ابولہب (نام عبدالعزیٰ ہے) ان کے دو بیٹے عتبہؓ اور معتبؓ مسلمان ہوئے۔ طبقات ابن سعد میں تصریح کی کہ ابولہب کا لقب عبدالمطلب نے دیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ ابولہب نہایت حسین وجمیل تھا۔ اور عرب میں گورے چہرے کو شعلۂ آتش کہتے ہیں فارسی میں بھی آتشیں رخسار کہتے ہیں۔ ۶۔ غیداق نام مصعب ہے۔ ۷۔ مقوم۔ حضرت حمزہؓ کے عینی بھائی تھے۔ ۸۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید الشہداء المتوفی شہیداً ۳ھ۔ ۹۔ ضرار۔ اسلام کا زمانہ نہیں پایا، حضرت عباسؓ کے عینی بھائی ہیں۔ ۱۰۔ حضرت عباسؓ جلیل القدر صحابی ہیں۔ ۱۱۔ حجل نام مغیرہ ہے۔ ۱۲۔ قثم۔ بچپن میں وفات پائی اور حارث کے عینی بھائی ہیں۔ ۱۳۔ عبدالکعبہ۔ بچپن میں وفات ہوئی۔ عبداللہ کے عینی بھائی ہیں۔ اوجز السیر ص ۴ و ۵ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صرف نو چچوں کا ذکر ہے۔ حارثؒ، زبیرؒ۔ حجلؒ، ضرارؒ، مقومؒ۔ ابولہبؒ، ابوطالبؒ حضرت حمزہؓ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور لکھا ہے کہ سب سے چھوٹے حضرت عباسؓ تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے صرف ان کا ذکر کیا ہے جو جوان ہوئے اور اُن کا تذکرہ نہیں کیا جو بچپن میں فوت ہو گئے تھے اور بعض ناموں میں بھی کچھ فرق ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ: عبدالمطلب کی مختلف بیویوں سے یہ اولاد تھی

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھ پھوپھیاں تھیں۔ حضرت صفیہؓ۔

عائکہ، بیضا، یا ام حکیم، امیمہ یا عمیمہ، برۃ یا بریۃ، اروی (کذا فی سیرۃ النبی الجلیل ص۵ والوجیز السیر ص۵ للامام ابی الحسین احمد بن الفارس المتوفی س۳۹۵ھ وزاد المعاد جلد ا ص۲۶) ہم نے بہت سا حصہ دیگر ضمنی مسائل اور تاریخ میں صرف کر دیا ہے۔ مگر کیا کرتے طلبہ کرام کے افادہ کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا ہے اب ہم اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

رجع الحدیث

۱۹۔ مراقی الفلاح اور الطحطاوی شرح نورالایضاح مطبوعہ مصر ص۴۳۴ میں وہی عبارت ہے، جو البحر الرائق سے ہم نے پیش کی ہے اور حضرت مولانا الحافظ الحاج استاذی و استاذ علماء الہند محمد اعزاز علی صاحبؒ نے نورالایضاح کے عربی حاشیہ ص۱۵۰ میں یہ عبارت مذکورہ از البحر الرائق نقل کی ہے اور اسی کے قریب عمدۃ الرعایہ جلد ا ص۲۹۹ میں مولانا عبدالحئی تحریر فرماتے ہیں۔

۲۰۔ فتاویٰ برہنہ جلد ۲ نولکشور ص۸

ونہ باولاد علیؓ ونہ عباسؓ وجعفرؓ وعقیلؓ و حارث بن عبدالمطلب ونہ بموالی الشیاں الخ

کہ حضرت علیؓ، عباسؓ، جعفرؓ وعقیلؓ اور حارث بن عبدالمطلب کی اولاد میں سے کسی کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اور نہ اُن کے غلاموں کو۔

۲۱۔ مالابد ص۱۰۹ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں۔

بنی ہاشم و موالی آنرا ندہد مگر صدقہ نفل و اول صدقہ نفل بنی ہاشم را دہد کہ زکوٰۃ بر ایشاں حرام است۔

بنو ہاشم اور ان کے غلاموں کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں ان کو پہلے نفلی صدقات دیے جائیں کیونکہ زکوٰۃ ان پر حرام ہے۔

۲۲۔ امام غزالی محمدؒ بن محمد غزالیؒ (المتوفی ۵۰۵ھ) اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں جس کا اور ترجمہ بنام اکسیر ہدایت شائع ہو چکا ہے ص۹۲ فرماتے ہیں

اسی سبب سے کہ زکوٰۃ بخل کی ناپاکی کو دل سے دور کرتی ہے۔ اور زکوٰۃ اس پانی کی مانند ہے جس سے نجاست دھوئی جاتی ہے اسی وجہ سے زکوٰۃ اور صدقہ کا مال جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم اور آپ کی اہل پر حرام ہے۔

۲۳۔ بہشتی زیور حصہ سوم صـ۳۴ میں مولانا تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ سیّدوں کو اور علویوں کو اسی طرح جو حضرت عباسؓ یا حضرت جعفرؓ یا حضرت عقیلؓ یا حارث بن عبدالمطلب کی اولاد ہو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ مثلاً عشر اور صدقۃ الفطر نذر اور کفارہ دینے جائز نہیں۔

۲۴۔ تعلیم الاسلام حصہ چہارم صـ۸۸ میں ہے سیّد اور بنو ہاشم کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

۲۵۔ حقوق اور فرائض اسلام صـ۱۸۲ میں ہے اسی طرح بنو ہاشم کے تین خاندانوں اہل علیؓ اہل عباسؓ اور اہل حارث (وغیرہ) کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ (دوسرے دلائل سے اہل جعفرؓ اور اہل عقیلؓ کا بھی یہی حکم ثابت ہے)

۲۶۔ المصالح العقلیۃ والنقلیۃ جلد ا صـ۱۱۰ میں ہے صدقات لوگوں کے مال کی میل ہے کہ نہ محمد کے لیے حلال ہے نہ اہل محمد کے لیے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

۲۷۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صـ۱۲۱ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ المتوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں کہ سیّد کو زکوٰۃ دینی درست نہیں۔

۲۸۔ رحمۃ للعلمین جلد ا صـ۲۳۴ بھی یہی مضمون موجود ہے۔

۲۹۔ رسائل ارکان اربعہ مولانا کریم بخش صاحب کے صـ۳۲ میں ہے۔ صحیح اور معتبر یہی ہے کہ بنی ہاشم اولاد علیؓ و عباسؓ و جعفرؓ و عقیلؓ و حارث کو زکوٰۃ و صدقۃ فطر وغیرہ دینا درست نہیں۔

۳۰۔ براہین قاطعہ صـ۸۱ میں ہے کہ زکوٰۃ بنی ہاشم کو جائز نہیں کیونکہ اوساخ الناس ہے (محصلہ)

۳۱- امداد الفتاویٰ المعروف بفتاویٰ اشرفیہ جلد ا ص ۱۷۱ میں ہے۔

سوال:- سیّدوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:- بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں خواہ دینے والا بھی بنی ہاشم ہو یا کوئی اور ہو۔

لقوله عليه السلام لابی رافع مولى القوم من انفسهم وانا لا تحل لنا الصدقة اورده فی التيسير عن ابی داؤد والترمذی واللفظ لهما والنسائی وفی الهداية ولا تدفع الی بنی هاشم الخ قلت ولا تعتبر بما يذكر من جوازها لهم لسقوط عوضها وهو الخمس لانه قياس فی مقابلة النص ثم هذا القياس نفسه لا يتم لانه عليه السلام علل حرمتها بكونها اوساخ الناس لا لتعويض الخمس هٰهنا وانما هی حكمة مستقلة فی مشروعية حكم الخمس فلما لم يكن علة لم يلزم من ارتفاع الخمس ارتفاع حرمة الزكوٰة۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قوم کا غلام انہیں میں سے ہوتا ہے اور ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ بنو ہاشم کو صدقہ دینا جائز نہیں اور نہیں اعتبار اس قول کا جو کہ جواز صدقہ بنو ہاشم پیش کیا کرتے ہیں کہ جب ان کو خمس نہیں ملتا تو زکوٰۃ جائز ہوگی یہ قول اس لیے بھی غیر معتبر ہے کہ نص صریح کے مقابل میں یہ قیاس ہے جو غیر مقبول ہوگا (نص لا یحل لنا الصدقۃ اوکما قال) پھر یہ قیاس بھی تام نہیں کیونکہ آپ نے علت اوساخ الناس بتلائی ہے۔ خمس الخمس علت نہیں قرار دی رہا خمس کا مشروع ہونا تو وہ ایک مستقل حکم ہے علت نہیں جب یہ علت نہ ٹھہری تو خمس کے نہ ہونے سے علت زکوٰۃ نہیں آسکتی۔ (کیونکہ علت اوساخ الناس ہے جو اب بھی باقی ہے) اور خدمت سادات کی ہدایا وصدقات نافلہ سے ممکن ہے اور وہ ان کے لیے حلال۔ الخ

۳۲۔ علامہ عبدالحی لکھنوی (المتوفی ۱۳۰۴ھ) کے مجموعہ فتاوی عبدالحیؒ جلد ا ص ۳۸۱ میں ہے۔ عیون المذہب میں ہے کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا بالاجماع درست نہیں۔ اور ایسا ہی برہان شرح مواہب الرحمٰن سے نقل کیا ہے۔ اور قریباً قریباً یہی عبارت شرح ملتقی الابحر سے نقل کی ہے اور النہر الفائق سے بھی یہی نقل کی ہے آگے مولانا بحر العلومؒ کی کتاب رسائل الارکان سے عبارت نقل کی ہے کہ جو روایت ابوعصمہ نے امام ابوحنیفہؒ سے جواز کی نقل کی ہے مخالف ہے، روایات صحاح کے۔

وھذا کلہ خطاء وغلط لانہ مخالف للنصوص القاطعۃ — یہ جواز کی روایت بالکل غلط ہے کیونکہ یہ نص قطعی کے مخالف ہے۔

ان مذکورہ بالا عبارات فقہ سے بخوبی یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ سادات سب کیلئے زکوٰۃ جائز نہیں ہے بعض اور عبارات بھی موجود ہیں مگر بوجہ طوالت ان کو ترک کیا جاتا ہے

حضرت مولانا عبدالحیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی جو کہ فتاوی جلد ا ص ۳۸۶ میں بایں الفاظ منقول ہے۔ امام طحاویؒ کی یہ عبارت (جس کو ہم آگے پیش کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ) اختیار کرنے کے قابل نہیں ہے اس لیے کہ فقہاء معتبرینؒ میں سے کسی نے اس قول طحاویؒ پر فتوی نہیں دیا اور جس فقیہ نے مثل الیاس زادہؒ قہستانیؒ برجندیؒ شرنبلالیؒ کے اس روایت کو نقل کیا ہے صرف امام طحاویؒ کے اس قول فبھذا نأخذ کی روایت پر اکتفاء کی ہے اور جلد ا ص ۱۹۴ میں ہے اگرچہ امام طحاویؒ نے اس کے خلاف فتوی دیا ہے مگر امام طحاویؒ کا قول مردود ہے۔ انتہی یہاں دو بحثیں ہیں ایک یہ کہ علامہ عبدالحی لکھنویؒ اور ان کے دوسرے مؤید حضرات جن کے فتوے مجموعہ فتوی میں درج ہیں سب اس کے قائل ہیں کہ سادات کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں اور یہی مذہب ہے، جمہور اہل اسلام کا اس فتوی میں ہمیں ان تمام بزرگوں سے سو فیصدی اتفاق ہے اور یہی مذہب مفتیٰ بہ ہے اور حق ہے اور یہی جمہور صحابہ کرامؓ و تابعینؒ

اور تبع تابعینؒ اور ائمہ اربعہؒ و اہل ظاہر اور جمہور سلف اور خلفؒ کا مذہب ہے، وہو الحق۔ دوسری بحث یہ ہے کہ یہ بزرگ امام طحاویؒ کے قول کو غیر مختار و مردود قرار دیتے ہیں اگر امام طحاویؒ جواز کے قائل ہوتے تو یقیناً ان کا قول جمہور کے مخالف مردود ہوتا لیکن بحث یہ ہے کہ آیا امام طحاویؒ جواز کے قائل ہیں یا عدم جواز کے؟ ہماری اصلی غرضِ تصنیف یہی بحث تھی اور اسی لیے ہم نے اس رسالہ کا نام الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاویؒ رکھا ہے اب ہم اس پر کلام کرتے ہیں غور سے سنیں۔

چھٹا باب

راقم الحروف کہتا ہے کہ امام طحاویؒ کی عبارت کو نقل کرنے والے دو گروہ ہیں جس نے امام طحاویؒ کی کتاب شرح معانی الآثار کا نام تو سنا ہے مگر کتاب قطعاً نہیں دیکھی دوسرا گروہ وہ ہے جس نے طحاوی شریف تو دیکھی ہے مگر عبارت میں غور نہیں کیا جیسے علامہ عبدالحیؒ اور بعض دوسرے بزرگ اب ہم ان بعض حضرات کے حوالے بتلاتے ہیں جن کی عبارات ہماری نظر سے گذری ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ امام طحاوی جواز کے قائل ہیں۔ ا۔ علامہ عبدالحیؒ اور چند وہ بزرگ جن کے نام مجموعہ فتاویٰ میں درج ہیں۔

۲۔ شارح ملتقی الابحر۔ ۳۔ مصنف النہر الفائق۔ ۴۔ علامہ برجندی عبدالعلی رح۔ ۵۔ علامہ شرنبلالیؒ ۶۔ الیاس زادہؒ۔ ۷۔ قہستانیؒ۔ ۸۔ صاحب العرف الشذی۔ ۹۔ سید جلال الدین الخوارزمی کرمانیؒ صاحب الکفایہ شرح ہدایہ۔ ۱۰۔ اور صاحب فتاویٰ برہنہ وغیرہ۔

ہم بعض کی عبارتیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ جامع الرموز (شرح مختصر الوقایۃ) مطبوعہ نولکشور ص۱۵۰ شمس الدین محمد مفتی نجار المعروف بقہستانی رح (المتوفی ۹۶۲ھ) میں ہے۔

وفی شرح معانی الآثار للطحاوی وعن ابی حنیفۃ روایتان وبالجواز نأخذ الخ

امام طحاویؒ فرماتے ہیں (اپنی کتاب شرح معانی الاثار میں) کہ امام ابو حنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں۔ ا۔ جواز کی۔

۲۔ عدم جواز کی، ہم (قائل اس کے امام طحاویؒ ہیں) جواز کی روایت کو لیتے ہیں۔

علامہ ملا علی قاری الحنفیؒ شم العوارض فی ذم الروافض میں فرماتے ہیں۔

قہستانی لا کان یعرف بالفقه وغیر بین بین اقرانه۔ وقال عبد الحیؒ فی مقدمة عمدة الرعایة صـ۱۳ یجمع بین الغث والسمین والصحیح والضعیف من غیر تحقیق وتدقیق فهو کحاطب اللیل الجامع بین الرطب والیابس فی اللیل انتہی۔

قہستانیؒ فقہ کو نہیں سمجھتا تھا اور اپنے ساتھیوں میں بھی غیر مشہور تھا علامہ عبد الحیؒ لکھتے ہیں کہ موٹے پتلے صحیح وضعیف سب قول جمع کرتا تھا بغیر تحقیق و تدقیق کے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو رات کو اندھیرے میں جنگل سے لکڑی اکٹھا کرتا ہے لابدی ہے کہ اندھیرے میں خشک وتر جمع کرے گا یہی مثال ہے قہستانیؒ کی۔

۲۔ کفایہ شرح ہدایہ جلد اص ۱۳۸ میں ہے قال الطحاویؒ و بالجواز ناخذ انتہی امام طحاویؒ کہتے ہیں ہم جواز کی روایت لیتے ہیں۔

۳۔ نور الایضاح ص ۱۵۰ میں ہے واختار الطحاوی جواز دفع الزکوٰة الی بنی ہاشم الخ۔

امام طحاویؒ نے اختیار کیا ہے کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس دوسری عبارات بھی اسی قسم کی ہیں۔ ہم مشتے نمونہ از خروارے بتلائے جاتے ہیں۔ اب ہم امام طحاویؒ کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ اور اس کا مطلب بیان کرتے ہیں اور براہین پیش کرنے کے بعد اپنی رائے ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتے۔

امام طحاویؒ کی عبارت بہت طویل ہے مگر ہم بعض ضروری اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ طحاوی جلد اص ۲۹۷ تا ص ۳۰۳ میں یہ مضمون موجود ہے پہلے امام طحاویؒ وہ روایات حرمت صدقات علی بنی ہاشم پیش کرتے ہیں جو ہم نے بخاری و مسلم و

دیگر کتب حدیث سے پہلے نقل کی ہیں پھر جلد ا ص ۲۹۹ میں فرماتے ہیں۔

ثم قد جاءت بعد ہ الاٰثار عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواترۃ تحریم الصدقۃ علی بنی ہاشم ولا یعلم سبب نسخہا ولا عارضہا من الاٰثار۔ الخ	اس کے بعد متواتر حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آچکی ہیں کہ صدقات بنو ہاشم پر حرام ہیں اور ان روایات کو نسخ کرنے والی اور ان سے متعارض کوئی روایت موجود نہیں۔

فائدہ۔ امام طحاویؒ ان احادیث کو متواتر اور ساتھ ہی مرفوع بتلاتے ہیں۔ پھر جلد ا ص ۳۰۱ میں اپنی عادت کے مطابق نظر اور دلیل عقلی بیان کرتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حلت میں بھی صدقات واجبہ و نفلیہ کا ایک ہی حکم ہے۔ جس شخص کے لیے صدقات واجبہ حلال ہیں اس کے لیے نفلیہ بھی حلال ہیں و علی العکس تو حرمت میں بھی یہی حکم ہونا چاہیئے کہ جب سادات پر صدقات واجبہ حرام ہیں تو نفلیہ بھی حرام ہونے چاہئیں آگے فرماتے ہیں۔

فھذا ھو النظر فی ھذا الباب وھو قول ابی حنیفۃؒ وابی یوسفؒ ومحمد	یہی دلیل عقلی ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا بھی قول (مذہب) ہے۔

فائدہ:۔ امام طحاویؒ کی اس عبارت سے حرمتِ صدقۂ نافلہ بر اغنیاء اور حرمتِ صدقۂ نافلہ بر سادات مفہوم ہوتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں والنظر ایضؒ یدل علی استواء حکم الفرائض والتطوع الخ نفلی صدقات بنی ہاشم کے لیے بعض حضرات محدثینؒ (کما مر من المحلی واختارہ الزیلعیؒ شارح الکنز ومال الیہ ابن ہمامؒ شیئًا) کے نزدیک جائز نہیں۔ غنی کے لیے حرمت صدقات نافلہ کی کوئی صحیح وصریح غیر مؤول حدیث تاہنوز نہیں مل سکی۔ وَلَعَلَّ اللّٰہُ یُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِکَ اَمْرًا۔ البتہ کتب فتاوٰی میں کراہت منقول ہے۔ چنانچہ فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۳۱

طبع دہلی میں ہے

الجواب: غنی کو ایسا طعام صدقہ نفل کا مکروہ تنزیہہ ہے اور ثواب پہنچتا ہے مگر فقیر کے کھانے سے کم۔ فقط اور بریلوی حضرات کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں اگرچہ غنی کے لیے کراہت سے خالی نہیں اور اگر یہ شخص غنی ہے اور دینے والا محتاج کو دینا چاہتا ہے اور اس نے اپنے آپ کو محتاج جتا کر اس سے لیے تو حرام ہے کما لا یخفی الخ (العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ج ۳ ص ۲۰۸ طبع ڈجکوٹ فیصل آباد)

آگے امام طحاویؒ فرماتے ہیں۔

وقد اختلف عن ابی حنیفة فی ذلك	امام ابو حنیفہؒ سے اس میں اختلاف منقول ہے
فروی انه لا باس بالصدقات کلها	ان سے یہ روایت بھی کی گئی ہے۔ وہ فرماتے
علی بنی هاشم وذهب فی ذالك	ہیں کہ صدقات سب واجبہ وغیر واجبہ بنو ہاشم کے
عندنا الی ان الصدقات انما	لیے حلال ہیں اور اس روایت کی ہمارے خیال میں
کانت حرمت علیهم من اجل	یہ دلیل ہے۔ کہ پہلے چونکہ ان کو خمس الخمس ملتا تھا اور
ماجعل لهم فی الخمس فلما انقطع	زکوٰۃ ان پر حرام تھی پھر جب خمس بند ہو گیا۔ تو
ذالك عنهم حل لهم ماکان	زکوٰۃ وغیرھا جائز ہونی چاہیئے۔

حرم علیهم۔

پہلے تو صیغۂ مجہول سے روی مذکور ہے معلوم نہیں کہ راوی کون ہے ثقہ ہے یا غیر ثقہ وغیر ذالک من الاحتمالات پھر نظر بہ نظر اس کا راوی ابو عصمہ ہے جس پر ہم نے کچھ کلام کیا ہے۔ دوسرے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ لفظ عن روایت پر دلالت کرتا ہے۔ مذہب پر نہیں، تیسرے یہ دلیل امام صاحبؒ کی طرف سے امام طحاویؒ پیش کرتے ہیں۔ یدل علیه قوله وذهب فی ذالك عندنا الخ امام صاحبؒ کی یہ اپنی بیان کردہ دلیل نہیں آگے فرماتے ہیں غور سے دیکھیں کیونکہ یہی متنازع

فیہا عبارت ہے

وقد حدثنی سلیمنؒ بن شعیبؒ عن ابیہ عن ابی یوسفؒ عن ابی حنیفۃؒ فی ذالک مثل قول ابی یوسفؒ فبھذا ناخذ انتہٰی۔

اس عبارت کا ترجمہ راقم از خود نہیں کرتا بلکہ ایک بہت بڑے ذمہ دار عالم کا ترجمہ جو انہوں نے طحاوی کا ترجمہ کیا ہے اور لاہور میں چھپ چکا ہے نقل کرتا ہے چنانچہ وہ ترجمۂ اردو طحاوی شریف جلد ۲ ص۱۴ میں فرماتے ہیں لیکن چونکہ امام ابوحنیفہؒ سے امام ابویوسف اور امام محمدؒ کے قول کے موافق بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ حدیث بیان کی مجھ سے سلیمنؒ بن شعیبؒ نے وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد سے وہ امام ابویوسفؒ سے وہ ابوحنیفہؒ سے ابویوسفؒ کے قول کے موافق لہٰذا ہم اسی قول کو اخذ کرتے ہیں۔ انتہی۔

اب جائے غور یہ امر ہے کہ فبھذا ناخذ کس قول پر متفرع ہے؟ بالکل ظاہر بات ہے کہ امام طحاویؒ یہ تفریع حرف فاء کے ساتھ وقد حدثنی سلیمن الخ کے بعد بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں فبھذا ناخذ اور وہ اس روایت کو اخذ کرتے ہیں جس میں امام ابوحنیفہؒ کا قول امام ابویوسفؒ کے قول کے عین مطابق ہے اور وہ تحریم کا قول ہے۔ ہم اس کے حل کے لیے ایک اور عبارت پیش کرتے ہیں جو اس کو اور زیادہ واضح کرتی ہے۔

علامہ عثمانیؒ فتح الملہم جلد ۳ ص۱۰۰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

بعد قول الطحاوی فبھذا ناخذ	امام طحاویؒ کا یہ قول (فبھذا ناخذ) صریح ہے
وھذا صریح فی ان الطحاوی ما	کہ امام طحاویؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے جو جواز کی روایت
اختار روایۃ الحل عن ابی حنیفۃؒ	ہے وہ نہیں اختیار کی بلکہ وہ روایت اختیار کی
بل اخذ بالروایۃ التی وافقت	ہے جو امام یوسفؒ اور محمدؒ کے قول کے موافق ہے

قول ابی یوسفؒ وھی ظاھر الروایۃ التی ذکرھا اولاً من استواء حکم التحریم فی الفریضۃ والتطوع انتھی

اور وہ ظاہر روایت ہے جس کو امام طحاویؒ نے پہلے بیان کیا ہے کہ صدقات واجبہ ونفلیہ سب سادات پر حرام ہیں۔

بالکل واضح ہے کہ فبھذا ناخذ اس روایت کے ساتھ ہے جو امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ کے قول کے موافق ہے اور حرمت صدقات کی روایت ہے ۔

سبب غلطی ۔

چونکہ فبھذا ناخذ کا جملہ امام طحاویؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی غیر مشہور روایت کو پیش کرنے کے بعد اور قد حدثنی سلیمن بن شعیب الخ سے اس غیر مشہور روایت کی تردید کرنے کے بعد کہا ہے اس لیے بعض حضرات کو یہ غلطی ہوئی کہ یہ فبھذا ناخذ امام صاحبؒ کی غیر مشہور روایت (جو حلتِ صدقات کی ہے) پر تفریع ہے حالانکہ امام طحاویؒ وقد حدثنی الخ سے اس غیر مشہور روایت کی تردید کر کے روایت حرمت کو اخذ کرتے ہیں۔ اسی لیے امام ابو بکر الجصاص الرازیؒ احکام القرآن جلد ۳ ص ۱۳۱ میں اور علامہ بدر الدین العینیؒ عمدۃ القاری جلد ۴ ص ۴۲۳ میں فرماتے ہیں ۔

قال الطحاوی ھذہ الروایۃ عن ابی حنیفۃؒ لیست بمشھورۃ الخ

کہ جواز کی روایت امام اعظم سے غیر مشہور ہے۔

اس سے بھی یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ امام ابو بکر الجصاصؒ اور علامہ عینیؒ جو علم کے پہاڑ ہیں وہ دونوں امام طحاوی کے حوالہ سے یہ نقل کرتے ہیں کہ جواز کی روایت امام ابو حنیفہؒ سے غیر مشہور ہے۔

غلطی کرنے والے حضرات نے حضرت امام طحاویؒ کے اس قول پر بالکل غور نہیں کیا جو انہوں نے وقد حدثنی سلیمن بن شعیب الخ سے باسند بیان کر کے امام صاحبؒ سے جواز کی روایت کو رد کر کے امام صاحبؒ کی وہ روایت لی ہے جو امام

ابُویوسفؒ کے قول کے موافق ہے اور وہ عدمِ جواز کی ہے۔ اگر غور کرتے تو قطعاً غلطی واقع نہ ہوتی اسی لیے جو ذمہ دار محدّث وفقیہ ہیں مثلاً امام ابوبکر جصاصؒ علامہ عینیؒ حافظ ابنِ ہمامؒ وغیرہ سب اس سے یہی سمجھے ہیں کہ امام طحاویؒ حرمت کے قول کو اخذ کرتے ہیں وہوالحق۔ اس کے بعد ضرورت تو نہیں کہ ہم اس پر زیادہ روشنی ڈالیں مگر زیادہ اطمنان والقان کے لیے ہم اس کی دوبارہ تشریح کرتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ امام طحاویؒ باب قائم کرتے ہیں۔ باب الصدقات علی بنی ہاشم۔ اور بہت سی احادیث پیش کرنے کے بعد ان کو متواتر اور مرفوع کہتے ہیں اور یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ یہ منسوخ بھی نہیں اور ان سے متعارض روایت بھی کوئی موجود نہیں۔

۲۔ محدثانہ پیرایہ میں بحث کرکے پھر اپنی عادت کے موافق نظر (دلیل فقہی) بیان کرکے فرماتے ہیں یہی ہے قول ابوحنیفہؒ اور ابویوسفؒ اور محمدؒ کا۔

۳۔ پھر امام ابوحنیفہؒ کی غیر مشہور روایت نقل کرکے اپنی طرف سے اس کی دلیل پیش کرتے ہیں اور پھر وقد حدثنی سلیمن بن شعیب الخ سے امام ابوحنیفہؒ کا وہ قول بالسند پیش کرتے ہیں جو امام ابویوسفؒ (اور محمدؒ) کے قول کے موافق ہے (اور غیر مشہور روایت کی تردید کرکے) فبھذا ناخذ فرماتے ہیں۔

ان مذکورہ بالا تصریحات کے بعد غلط فہمی کی کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی کیونکہ پہلے وہ حرمت صدقات بر بنی ہاشم پر حدیث بلکہ احادیث مرفوعہ متواترہ غیر منسوخہ ولا متعارضة بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد دلیل عقلی پیش کرتے ہیں اور اور اسی کو حضرات ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہؒ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول و مذہب بتلاتے ہیں۔ اور پھر اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ کی غیر مشہور روایت کی تردید کرکے امام طحاویؒ وہ قول جو امام ابوحنیفہؒ و ابویوسفؒ (و محمدؒ) کا متفق ہے اس کو اخذ کرتے ہیں عجیب معاملہ ہے کہ امام طحاویؒ تو غیر مشہور قول کی تردید کرکے مشہور قول پر تفریع بٹھاتے ہیں مگر وہ ان حضرات

کے ہاں جواز کی دلیل بن جاتی ہے۔

۴۔ امام طحاوی اس کے بعد جلد اص ۳۰۱ میں فرماتے ہیں۔

فان قیل افتکرهها علی موالی بنی هاشم قیل له نعم لحدیث ابی رافع رضی الله عنه الخ (وکذا فی احکام القرآن ج۳ ص۱۳۳)

اگر کوئی کہے کہ کیا بنی ہاشم کے غلاموں پر بھی تم صدقات کو مکروہ کہتے ہو تو اس کو جواب دیا جائے گا کہ ہاں مکروہ (تحریمی) ہیں کیونکہ حضرت ابو رافع کی حدیث اس میں موجود ہے (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے)

یک طرفہ تماشا ہے ان حضرات کے نزدیک جو یہ کہتے ہیں کہ امام طحاوی جواز کے قائل ہیں یعنی امام طحاوی اصول یعنی سادات پر تو صدقات کو جائز سمجھتے ہیں اور فروع یعنی ان کے غلاموں پر صدقات کو مکروہ و حرام قرار دیتے ہیں فروع پر تو اس لیے صدقات حرام تھے کہ ان کے اصول پر حرام تھے عجیب تماشا ہے کہ اصول پر حلال اور فروع پر حرام ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

۵۔ طحاوی کے سب باب کو اول سے آخر تک بغور مطالعہ کریں کہیں صراحتہً یا کنایتہً ایک بھی ایسی جزئی نظر نہ آئے گی جس سے یہ سمجھا جائے کہ امام طحاوی جواز کے قائل یا مائل الی الجواز ہیں یہ ان بعض حضرات کی بھیڑ چال تھی سامحہم اللہ تعالیٰ بالعموم فضلہ کہ ایک کو غلطی ہوئی تو پھر دوسرے بزرگوں نے اس کو نقل کرنا شروع کر دیا۔ اور امام طحاوی کے قول فبہذا ناخذ کو محرف کر کے بالجواز ناخذ کر دیا جس سے مطلب کیا سے کیا ہو گیا۔ فرحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً الی یوم القیمۃ۔ آمین۔

فائدہ: بعض حضرات فقہاء کرام کو جب یہ غلطی ہوئی کہ یہاں ایک غیر ظاہر روایت ہے جو دلالت کرتی ہے کہ صدقات بنو ہاشم پر حلال ہیں (ہم نے بفضلہ تعالیٰ ابو عصمہ کی اس روایت پر کلام کیا ہے اور یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ قابل اخذ نہیں اور امام طحاوی کی عبارت کا مطلب بھی پیش کر دیا ہے کہ وہ بھی جمہور اہل

اسلام کی طرح بنو ہاشم پر صدقات کو حرام کہتے ہیں) تو انہوں نے ترجیح کی وجوہ تلاش کرنا شروع کر دیں اور ظاہر روایت کو ترجیح دی اتنے بسط کے بعد ضرورت تو نہیں مگر ہم ان میں سے بعض کا ماخذ بھی بتلا دیتے ہیں۔

۱۔ البحر الرائق جلد ۲ مصری ص ۲۶ و اعلاء السنن جلد ۹ ص ۵۵ میں ہے۔

فالحاصل ان التصحیح قد اختلف والاولی العمل بظاهر الروایة انتہی

حاصل یہ ہے کہ جب تصحیح میں اختلاف ہو گیا تو اولیٰ یہی ہے کہ عمل ظاہر روایت پر ہو۔

۲۔ ایضاً جلد ۲ ص ۸۵ والظاهر الاعتماد علی ما فی المتون الاعینی ظاہر یہی ہے کہ جو کچھ متون کے اندر ہے اسی پر اعتماد ہو۔

۳۔ مجموعۂ فتاوی مولانا عبد الحئی جلد ۱ ص ۳۸۵ اور درمختار میں ہے۔

قالوا ان فی رسم المفتی ان ما اتفق علیه اصحابنا کما فی الروایات الظاهرة یفتی به۔

حضرات فقہاء نے کہا ہے کہ مفتی کے قواعد میں سے یہ بھی ہے کہ جہاں ہمارے اصحاب ابو حنیفہؒ ابو یوسفؒ اور محمدؒ متفق ہوں وہی مسئلہ مفتی بہ ہوتا ہے۔

۴۔ مقدمہ عمدة الرعایہ ص ۱۴ میں شرح ہدایہ لابن شحنہؒ سے (بواسطہ بیری زادہؒ) نقل کرتے ہیں۔

اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذهب عمل بالحدیث ویکون ذالك مذهبه ولا یخرج مقلده عن کونه حنفیاً بالعمل به فقد صح عن الامام ابی حنیفةؒ اذا صح الحدیث فهو مذهبی الی ان قال فلو وجد روایتان فالراجح هوما

کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جائے اور مذہب کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کیا جائیگا اور یہی حدیث پر عمل کرنا مذہب ہو گا۔ اور امام صاحبؒ کا مقلد حدیث پر عمل کی وجہ حنفیت سے خارج نہ ہو گا امام صاحبؒ سے صحت کے ساتھ یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ پس اگر کسی مسئلہ میں دو روایتیں پائی جائیں اور ان میں سے ایک

وافق الاحادیث المصطفویۃ و | روایت حضور کی احادیث کے موافق ہو اور جمہور علماء امت
طابق اقوال جمہور علماء الامۃ الخ | کے موافق ہو اسی کو قبول کیا جائے گا۔

۵۔ احادیث نبویہ مسائل فقہیہ اور تفاسیر قرآنیہ غیر متداول اور غیر معتبر کتابوں سے نقل کرنا جائز نہیں راجع مقدمۂ عمدۃ الرعایہ ص۱۲ اور جن کتب سے جواز نقل کیا جاتا ہے وہ غیر مشہور ہیں تو وہ قابل قبول نہ ہوگا۔

وغیر ذالك من وجوہ الترجیح۔ لیکن ترجیحات کی ان وجوہ کی یہاں قطعاً کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

اب ہم علل حرمتِ صدقات علی بنی ہاشم پیش کرتے ہیں بنو ہاشم پر صدقات کے حرام ہونے کی علتیں جو اس ناچیز کی نظر سے گذری ہیں وہ صرف تین ہیں ہم ان تینوں کو پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اپنی اہل کے لیے صدقات جائز قرار دیتے تو لوگوں کا طعن ہوتا کہ دیکھو اپنے قریبی رشتہ داروں کے لیے اتنی رعایت کی ہے اور اس علت پر بعض حضرات قرآن کی یہ آیت قل لا اسئلکم علیہ اجرًا اِلَّا المَوَدَّةَ فِی القُربٰی پیش کرتے ہیں۔ راجع فتح الملہم ص۴۹ جلد ص۱۰۱ عزاہ الی شیخ ولی اللہ الدھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ یعنی اس وجہ کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی طرف منسوب کیا ہے۔

ہمارے موضوع سے اس بحث کا زیادہ تعلق تو نہیں مگر چونکہ اس آیت کی جو عوام الناس بلکہ بعض خواص بھی تفسیر کرتے ہیں اس تفسیر کے باوجود نقلاً و عقلاً باطل ہونے کے سنگ بنیاد ہی تشیع پر ہے لہٰذا ہم اس غلط تفسیر کی تردید کرنا اور صحیح تفسیر کا پیش کرنا قرآنی آیت کی صحیح خدمت اور اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حضرات شیعہ کا اس آیت سے استدلال۔ قُل لَّا اَسئَلُکُم عَلَیہِ اَجرًا اِلَّا

اَلْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی پ ۲۵ سورۂ شوریٰ۔ آپ کہہ دیں کہ میں تم سے کوئی بھی اجر نہیں طلب کرتا مگر یہ کہ تم میری قرابت کی محبت کا لحاظ کرو۔ کہ جب یہ آیت اتری تو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا یا رسول اللہ کون ہیں آپ کے اولی القربیٰ جن سے محبت کرنی ضروری ہے تو آپ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ وغیرہ تو حضرت علیؓ کی مودۃ ضروری ہوئی اور حضرات اصحاب ثلاثہؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی مودت ضروری نہیں تو جب حضرت علیؓ کی مودت ضروری ہوئی تو ان کے احکام ماننے بھی ضروری ہوں گے اور ان کی خلافت ماننی پڑے گی تو ان کی خلافت اور اہل بیت کی خلافت ثابت ہوگئی اس روایت کو بخاری و مسلم و مسند احمد کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ لیکن اولاً شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں کہ نہ تو یہ روایت مسند احمد میں موجود ہے۔ اور نہ بخاری و مسلم میں آگے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باطل جھوٹ اور موضوع ہے اور تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۱۲ میں بھی اسی مضمون کی روایت موجود ہے جس میں فاطمۃ و ولدھا رضی اللہ عنہم کے الفاظ ہیں لیکن سند میں حسین الاشقر راوی ہے حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں شیعی محترق۔ کہ وہ جلا بھنا (متعصب) شیعہ ہے۔

و ثانیاً یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اور حضرت فاطمہؓ کی حضرت علیؓ سے شادی ۲ھ میں غزوہ بدر کے بعد ہوئی اور حضرت حسنؓ ۳ھ میں اور حضرت حسینؓ ۴ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جو حضرات مثلاً حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے وہ اس آیت کی تفسیر کا مصداق ہوں اور اہل مکہ کو یہ حکم ہو کہ تم دوستی رکھو میرے اہل بیت سے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ اور اگر اس سے حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ سے نکاح کرنے سے قبل مراد ہوں تو حضرت جعفرؓ

جو ان کے بڑے بھائی ہیں اور ابتدائی دور کے مسلمانوں میں سے ہیں وہ کیوں اس کا مصداق نہیں؟ نیز حضرت فاطمہؓ کے علاوہ ان کی تین ہمشیرگان حضرت زینبؓ، حضرت ام کلثومؓ، اور حضرت رقیہؓ مودت فی القربٰی کا مصداق کیوں نہیں جب کہ شیعہ حضرات کی مستند کتابوں مثلاً اصول کافی مع الصافی ص ۱۴۶ حصہ دوم وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ وہ بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں ہیں۔

وثالثاً: القربٰی میں الف ولام ہے جو عہد کے لیے ہے اور جب مخاطبین کو قربٰی کا علم ہوگا تو القربٰی بالالف واللام کہا جائے گا اور جب معلوم ہی نہیں بلکہ ان کا وجود بھی ابھی تک نہیں تو ان کو القربٰی کیسے کہا گیا (نحو کا مسئلہ ہے کہ معہود ہو تو ال داخل ہوگا ورنہ نکرہ لایا جائے گا مثلاً قُربٰی راجع کتب النحو)

ورابعاً: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ رسالت پر قطعاً اجر نہیں طلب کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا الآیۃ تو کہہ دے کہ میں تم سے اجر نہیں طلب کرتا تبلیغ پر۔ اگر یہی مراد ہو جو روافض کہتے ہیں تو نعوذ باللہ تعالیٰ شانِ نبوت پر دھبہ آئے گا کہ آپ نے اہل کے لیے اجر کا مطالبہ ضروری قرار دیدیا۔ اور ان سے بطور اجر مودت لازم قرار دیدی۔

وخامساً: حبر الامۃ امام المفسرین ترجمان القرآن حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے صحیح بخاری جلد ۲ ص ۷۱۳ میں جو حدیث مروی ہے وہ اس معنٰی کے خلاف ہے (اور یہی صحیح بھی ہے)

عن العباسؓ انہ سئل عن قولہ اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی فقال سعیدؒ بن جبیرؒ قُرْبٰی اٰلُ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابن عباسؓ عَجِلْتَ اِنَّ النبی	حضرت ابن عباسؓ سے اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی کی تفسیر پوچھی گئی حضرت سعیدؒ بن جبیرؒ نے جلدی سے کہدیا کہ آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تو نے جواب دینے میں جلدی

صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن بطن من قریش الا کان لہ فیھم قرابۃ فقال الا ان تصلوا ما بینی وبینکم من القرابۃ الحدیث

کی ہے اصل بات یہ ہے کہ قریش کا کوئی بھی قبیلہ ایسا نہ تھا جس کے ساتھ حضورؐ کی قرابت نہ تھی تو حضورؐ نے فرمایا کہ اے قریش جو میرے اور تمہارے درمیان قرابت ہے اس کا لحاظ تو کرو۔

یعنی جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ فرماتے تو قریشی آپ کو تکلیف پہنچاتے آپ نے فرمایا کہ قرابت کا خیال تو کرو یہ ناجائز حرکتیں نہ کرو تو قرابت سے قریش کی قرابت مراد ہے اہل بیت کی مراد نہیں اور یہی صحیح ہے۔ اسی تفسیر کو جمہور حضرات مفسرین کرامؒ نے صحیح کہا ہے۔ اور اولی القربیٰ کی جو تفسیر اہل بیت سے کی جاتی ہے اس کو رد کیا ہے فرصت نہیں کہ ہم عبارتیں نقل کریں اسی آیت پ ۲۵ سورۃ شوریٰ کی تفاسیر مندرجہ ذیل دیکھ لیں۔ تفسیر ابن جریر[1] طبریؒ (المتوفی ۳۱۰ھ) ان کی تفسیر سے پہلے کوئی مفصل تفسیر نہ تھی۔ معالم[2] التنزیل امام بغویؒ (المتوفی ۵۱۶ھ) تفسیر[3] کبیر (امام رازیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) خازن[4] لعلاؤ الدین علیؒ بن محمدؒ بن ابراہیمؒ فرغ منہ ۷۲۵ھ) تفسیر[5] مدارک لعلامہ عبداللہؒ بن احمدؒ بن محمودؒ النسفیؒ (المتوفی ۷۱۰ھ) در[6] منثور لجلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) فتح[7] الرحمان ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) تفسیر ابن کثیر[8] (المتوفی ۷۷۴ھ) روح[9] المعانی لسید محمودؒ آلوسی الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) موضح[10] القرآن شاہ عبدالقادرؒ (المتوفی ۱۲۳۰ھ) فتح[11] الباری کتاب التفسیر آیت مذکورہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ) وغیرہ۔ یہ یاد رہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ حضرات ازواج مطہراتؓ اور حضرات اہل بیتؓ سے ہر سُنی مسلمان کی والہانہ عقیدت ہے، اور وہ ان میں کسی سے بغض نہیں رکھتے جیسا کہ روافض کا وتیرہ ہے کہ وہ بلا وجہ حضرات صحابہ کرامؓ سے بغض و کینہ رکھتے ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

ممکن ہے کسی صاحب کو یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ ہم نے تسلیم کر لیا کہ الا المودۃ

فی القربیٰ کی تفسیر جو اہل بیت سے کی گئی ہے وہ عقلاً و نقلاً باطل ہے اور قربیٰ سے قبائل قریش مراد ہیں۔ لیکن ان سے بھی محبت تو مطلوب ہے تو اس صورت میں پھر یہ خرابی لازم آئے گی کہ جب پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم رسالت پر کوئی اجر طلب نہیں کرتے تو پھر مودۃ فی القربیٰ یعنی قریش سے تعلق و مودۃ رکھنے کا اور اس کے مطالبہ کا کیا مطلب؟ حالانکہ آپ تبلیغ احکام پر کوئی چیز طلب نہیں کرتے تھے (کما ھو شان الرسالۃ والنبوۃ) تو اس کا جواب بعض تفاسیر مذکورہ میں دو طریق سے دیا گیا ہے۔ ہم نہایت ہی اختصار سے صرف دو حوالے عرض کرتے ہیں جو سہل الحصول ہیں۔ اوّل یہ کہ اِلَّا الْمَوَدَّۃَ۔ استثنا متصل ہے (جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو جیسے جاء نی القوم الا زید کہ زید قوم ہی کا ایک فرد ہے راجع کتب النحو) اور مطلب اس طرح ہے جس طرح اس مندرجہ ذیل شعر کا۔

لا عیب فیھم غیر ان سیوفھم بھن فلول من قراع الکتائب

(ھامش جلالین ص ۴۰۳)

کہ میرے ممدوحین میں کوئی عیب نہیں سوائے اس کے کہ ان کی تلواریں فوجی دستوں کو قتل کرنے کے سبب سے کند ہو چکی ہیں یعنی اتنے بہادر ہیں کہ دشمنوں کو مارتے مارتے اور قتل کرتے کرتے ان کی تلواریں کند ہو چکی ہیں تو اگر کوئی عیب ہے تو یہی ہے کہ ان کی تلواریں کند ہو چکی ہیں حالانکہ جنگ میں تلواروں کا کند کر دینا عین شجاعت و بہادری ہے اور یہ کوئی عیب نہیں۔

تو آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ میں تم سے کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا مگر یہ اجر جو کہ حقیقتاً اجر نہیں کہ مودۃ فی القربیٰ کو ملحوظ رکھو اگر اس کو اجر کہا جاتا ہے تو بس یہی اجر سمجھو۔

ثانی استثنار کو منقطع بنایا جائے (جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو جیسے جاء

القوم الحمارا، کہ حمار (گدھا) قوم کا فرد نہیں، تو اس لحاظ سے قول باری تعالیٰ لفظ اجرًا پر ختم ہوگیا قُلْ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا۔ یعنی تو کہہ دے کہ میں تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا پھر اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی سے یہ بتلایا کہ

لٰکن اسئلکم ان تودّوا قرابتی	لیکن میں تم سے اپنی قرابت کے لحاظ کا سوال
التی ھی قرابتکم ایضاً (جلالین ص۴۰۳)	کرتا ہوں جو تمہاری بھی قرابت ہے۔

ایک اور اہم فائدہ

قرآن عزیز پ۲۲ میں ایک آیت کریمہ میں ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ اللہ کا یہی ارادہ ہے کہ تم سے گندی باتیں دور کر دے اے نبی کے گھر والو اور تاکہ تمہیں پاک کرے پاک کرنا۔ رافضیوں کا یہاں بھی اہل بیت کے متعلق وہی عقیدہ ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ و حضرات حسنینؓ ہی اس سے مراد ہیں۔

مگر اوّلاً۔ یہاں سیاق وسباق سے خود معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حضرات ازواج مطہراتؓ مراد ہیں۔ کیونکہ یہاں انہیں سے مخاطب ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہاں ضمیر جمع مذکر کی ہے عَنْکُمْ اور وَیُطَھِّرَکُمْ اگر اس سے حضرات ازواج مطہراتؓ مراد ہوتیں تو عَنْکُنَّ اور یُطَھِّرَکُنَّ ہوتا اس کے متعدد جوابات ہیں مگر ہم قرآن کریم حدیث شریف اور عربی کے چند حوالے عرض کرتے ہیں کہ عنکم وغیرہ میں ذکور کی ضمیر اناث کی طرف بھی عائد ہو سکتی ہے یعنی جمع مذکر کی ضمیر مؤنث کے لیے آسکتی ہے ۱ قرآن کریم میں ہے۔ رحمۃ اللہ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ فرشتوں نے یہ خطاب حضرت سارہ علیہا السلام سے کیا تھا (علی تفسیر) یہاں عَلَیْکُمْ کا خطاب صرف حضرت سارہ علیہا السلام سے ہوا۔

۲۔ وَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا۔

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت صفورہ علیہا السلام کو کہا تھا علی التفسیر (حالانکہ اُمْكُثُوْا جمع مذکر ہے)

۳۔ بخاری جلد ۲ ص ۷۰۶ میں بایں الفاظ ایک ٹکڑا ہے۔

فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق الی حجرۃ عائشۃ رضی فقال السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ فقالت وعلیک الحدیث الخ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی کے حجرہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا سلام ہو تم پر اے اہلِ بیت انہوں نے کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ الخ۔

اس حدیث نے صاف کر دیا کہ اہل بیت کا اصلی و صحیح مصداق حضرات ازواج مطہرات رضی ہی ہیں ۴۔ حماسی اپنی بیوی کو کہتا ہے ع فلا تحسبی انی تخشعت بعدکم یہ نہ خیال کرنا کہ میں تمہارے بعد اُواس ہو چکا ہوں ۵۔ مخزومی کہتا ہے۔ ع فلو شئت حرمت النساء سواکم، اگر تو چاہتی ہے تو میں تمہارے سوا سب عورتوں کو حرام کر دوں۔ ان دونوں شاعروں نے (جن کا کلام عرب کے طور پر معتبر اور مستند ہے) اپنی اپنی بیوی کو جمع مذکر کُمْ کی ضمیر سے خطاب کیا ہے۔

وثانیاً۔ اہل بیت میں حضرات ازواج مطہرات رضی کے ساتھ وہ حضرات بھی شامل ہیں۔ نقلہ الشوکانی فی تفسیرہ فتح القدیر جلد ۴ ص ۲۷۰ عن الترمذی وابن جریر وابن المنذر والحاکم وغیرہم

رجع الحدیث۔ یہ حکمت تو ہو سکتی ہے لیکن علت نہیں بن سکتی اس لیے اگر یہ علت ہوتی تو خمس میں اس سے زیادہ کلام کا موقع تھا۔ کیونکہ خمس کا حکم ۲ھ میں غزوۂ بدر میں نازل ہوا۔ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا الآیۃ کہ کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے کھانا حلال اور طیب تو بد باطن لوگ یہاں بھی کہہ سکتے تھے کہ خمس کی مد سے کنبہ پروری کا لحاظ رکھا گیا ہے مگر ایسے شبہات کا کیا اعتبار ہے؟۔

زکوٰۃ کی فرضیت میں جو اختلاف تھا ہم نے پہلے باب میں لکھدیا ہے۔ اگر اس گروہ کا کہنا مان لیں کہ زکوٰۃ ۹ھ میں (جیسا کہ سیرۃ النبی جلد ا ص ۵۱۸ میں لکھا ہے) فرض ہوئی ہے اور ۸ھ کو مکہ مکرمہ بھی فتح ہو چکا تھا۔ اور نیز زکوٰۃ کے ساتھ بہت سی قیود بھی ہیں مثلاً ۱۔ نصاب سونے یا چاندی یا عروض تجارت کا موجود ہو۔ ۲۔ قرض بھی نہ ہو۔ ۳۔ حاجات اصلیہ سے بھی فارغ ہو۔ ۴۔ حولان حول بھی ہو جائے یعنی مال پر پورا سال گذر جائے۔ وغیر ذالک۔

تو اتنی شرائط کے بعد زکوٰۃ میں مال کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا اور خصوصاً جبکہ مکہ مکرمہ بھی دارالاسلام بن گیا تھا۔ اگر زکوٰۃ کی وجہ سے کنبہ پروری کا طعن ہو سکتا ہے تو غنیمت کی وجہ سے یہ طعن بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے کیونکہ غنیمت کی مشروعیت ۲ھ میں ہوئی اور اہل بیت کا حصہ خمس الخمس ہے یعنی مجموعۂ غنیمت کا پچیسواں حصہ اگر سال میں دس یا بیس مرتبہ جہاد ہو تو حضرات اہل بیت کا یہ حصہ بدستور ان کے لیے متعین ہے۔ اور دوسرا گروہ جو یہ کہتا ہے کہ زکوٰۃ مکہ مکرمہ میں فرض ہو چکی تھی لیکن نصاب مدینہ میں فرض ہوا تو بے شک یہ محل طعن ہوتا (خصوصاً جب کہ حضرت ابن عمرؓ کی وہ روایت کہ نصاب سے پہلے سب کچھ دے دینے کا حکم تھا ساتھ ملالی جائے) مگر اس کو کیا کریں کہ وہی زمانہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے فقر کا زمانہ تھا۔ بغیر چند حضرات کے سب بھوک میں مبتلا تھے تو ایسی حالت میں پھر وہی محذور لوٹ کر عائد ہوتا ہے کہ جہاں سے نہیں ملتا یعنی زکوٰۃ اس کے جائز ہونے میں تو طعن ہو اور جہاں غنیمت کا بے شمار مال بعض مواقع میں حاصل ہوا ہو اس کے دینے میں طعن نہ ہو۔ اور جب کہ ابتدائے اسلام تھا اور طعن کا موقع بھی بہت زیادہ تھا تو طعن نہ ہو چلو ہم یہ سب کچھ دو منٹ کے لیے تسلیم کر لیتے ہیں کہ زکوٰۃ اہل بیت کو اس لیے نہ دی کہ محل طعن تھا لیکن سوال یہ ہے کہ طعن اگر کرتے تو کون کرتے؟ حضرات صحابہ کرامؓ

تو ہرگز طعن نہ کرتے۔ اگر منافقین ہوں تو وہ باوجود اس کے طعن سے باز نہ آئے سورۂ توبہ پ۱۰ رکوع ۷ میں ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝

بعض لوگ آپ کو طعن دیتے ہیں خیرات بانٹنے میں سو اگر ان کو اس سے ملے تو راضی ہوتے ہیں اور اگر نہ ملے تو وہ ناخوش ہوتے ہیں۔

اور اگر مشرکین و یہود اور نصاری ہوں۔ وہ تو اس سے بڑے بڑے طعن کرتے رہے تو کیا ان کی وجہ مسائل حقہ رُک گئے۔ کلّا ثم کلّا۔

وفوق ذالك كله۔ اگر یہ محل طعن ہوتا بھی مگر آپ کے بیان کرنے کے بعد یہ طعن حضرات صحابہ کرام رضی سے بالکل دور ہوجاتا ہے۔ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۲۰ میں روایت موجود ہے کہ جب جنگ حنین کی غنیمت (جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے غزوات میں سب سے زیادہ اس جگہ سے حاصل ہوئی بانٹنے کا وقت آیا تو انصار کو کچھ بھی نہ دیا گیا۔ ولم يعط الانصار شيئًا الحديث۔ انصار کو کوئی چیز بھی نہ دی بعض کے قلوب میں یہ خیال ہوا کہ لڑائی تو ہم نے کی اور غنیمت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اپنے قریشی بھائیوں کو دیدی جب حضورؐ نے یہ سنا تو فرمایا۔ کیا تم جاہل نہ تھے اور خدا تعالےٰ نے میرے ذریعہ سے تمہیں ہدایت نصیب کی کیا تمہارے اندر تشتت و افتراق نہ تھا میرے ذریعے سے اتحاد و اتفاق ہوا اخیر میں فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ اپنے گھروں کو اونٹ بکریاں اور مال لے کر جائیں اور تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر جاؤ۔ یہ سب سے بڑا محل تھا طعن کا مگر آپ کی تقریر سن کر سب راضی ہو گئے اور اس طعن کی وجہ سے آپ نے اپنا فیصلہ نہ توڑا کیونکہ حکم ہی یہی تھا بہرحال یہ علت نہیں بن سکتی ہاں ایک صوفیانہ رنگ میں حکمت ضرور ہے ہم بھی اس کے قائل ہیں۔

دوسری علت جو حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے انہ لا یحل لکم اھل البیت من الصدقات انما ھی غسالۃ الایدی وان لکم فی خمس الخمس لما یغنیکم انتہی۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ کنز الاعمال جلد ۳ ص ۳۸۵ و مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۹۱ ونصب الرایہ جلد ۲ ص ۴۰۴ والدرایہ ص ۱۶۷۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اہل بیت تمہارے لیے صدقات حلال نہیں کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل ہے۔ اور تمہارے لیے خمس الخمس کافی ہے اس میں صدقات کا میل کچیل ہونا تو علت ہے، اور اس میں نزاع نہیں لیکن خمس الخمس علت نہیں نہ نقلاً اور نہ عقلاً، نقلاً تو اس لیے کہ اس میں ایک راوی ہے جس کا لقب حنش ہے اور نام حسین بن قیس ہے۔

۱۔ کتاب الضعفاء صغیر امام بخاری ص ۹ میں ہے۔

حسین بن قیس ابو علی الرجبی و یقال لہ حنش عن عکرمۃ ترک احمد حدیثہ انتہیٰ۔	حسین بن قیس ابو علی رجبی جس کو حنش کہتے ہیں عکرمہؒ سے روایت کرتا ہے امام احمدؒ نے اس کی روایت کو چھوڑ دیا تھا۔

فائدہ:۔ یہ روایت بھی عکرمہؒ سے ہے (تمام طرق میں)

۲۔ کتاب الضعفاء امام نسائیؒ ص ۱۴ میں ہے۔

متروک الحدیث انتہی۔ یہ بالکل متروک الحدیث ہے۔

۳۔ مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۹۱ میں ہے۔

فیہ حسین بن قیس الملقب بحنش وفیہ کلام کثیر الخ۔	کہ اس روایت میں حسین بن قیس ہے جس کا لقب حنش ہے حضرات محدثینؒ نے اس میں بہت کلام کیا ہے۔

۴۔ بیہقی جلد ۳ ص ۱۶۹ میں ہے۔

تفردبه ابوعلی الرجبی المعروف بحنش وهو ضعیف لا یحتج به ورواه ابن حبان فی کتاب الضعفا وقال حنش بن قیس الرجبی ابوعلی ولقبه حنش کذبه احمد وترکه ابن معین الخ

اس روایت کو فقط ابوعلی رجبی جو حنش سے مشہور ہے روایت کرتا ہے اور وہ ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے ابن حبانؒ نے کتاب ضعفاء میں کہا ہے کہ امام احمدؒ نے اسے کاذب کہا ہے اور امام ابن معینؒ نے اس سے روایت ترک کر دی ہے۔

۵۔ نصب الرایہ جلد ۲ ص ۱۹۳ میں

قال الحاکم ثقة وقال فی تنقیح التحقیق لم یتابع الحاکم علی توثیقه فقد کذبه احمدؒ وقال مرة هو متروک الحدیث و کذالک قال النسائیؒ والدارقطنیؒ الخ

امام حاکمؒ نے اس کو گو ثقہ کہا ہے مگر صاحب تنقیح نے حاکمؒ کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام حاکمؒ کا ساتھ اس کو ثقہ کہنے میں کسی نے نہیں دیا۔ امام احمدؒ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹا ہے اور ایک دفعہ فرمایا کہ وہ متروک الحدیث ہے اور ایسا ہی امام نسائیؒ اور امام دارقطنیؒ نے کہا ہے۔ (امام دارقطنیؒ المتوفی ۳۸۵ھ)

۶۔ الدرایۃ ص ۱۳۰ میں ہے۔

فیہ حنش بن قیس وهو واهٍ جداً انتهی

اس روایت میں حنش بن قیس ہے اور وہ بہت زیادہ کمزور ہے

۷۔ تقریب التہذیب فاروقی ص ۹۳ میں ہے متروک من السابعة۔ ساتویں طبقہ کے رواۃ میں سے ہے اور متروک (الحدیث) ہے۔

۸۔ قانون الموضوعات ص ۲۵۰ میں ہے ضعیف عند اهل العلم الی ان قال ضعیف عند المحدثین الخ تمام اہل علم اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

۹۔ تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۶۴ و ص ۳۶۵ میں ہے۔

عن ابن معین وابی زرعة ضعیف

امام ابن معینؒ وابی زرعہؒ سے ہے کہ وہ ضعیف ہے

قال ابن ابی حاتم عن ابیه ضعیف	ابوحاتمؒ بھی ضعیف ہونے کے ساتھ منکر الحدیث بھی
الحدیث ومنکر الحدیث قال البخاری	کہتے ہیں، امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ اس کی احادیث منکر
احادیثه منکرة جداً ولا یکتب حدیثه	ہیں اور اس سے روایت نہ لکھی جائے امام نسائی کہتے ہیں کہ
وقال النسائی متروك الحدیث قال	وہ متروک ہے عقیلی کہتے ہیں کہ تنہا روایتیں کیا کرتا ہے
العقیلی لا یتابع علیه وقال ابن عدیؒ	ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ بہ نسبت سچی ہونے کی اس کی احادیث
هو الی الضعف اقرب منه الی الصدق	ضعف کی طرف بہت زیادہ قریب ہیں جوزقانی کہتے
وقال الجوزقانی احادیثه منکرة جدا	ہیں کہ اس کی احادیث بہت زیادہ منکر ہیں سو نہ لکھی
فلا یکتب ونقل ابن الجوزی عن	جائیں اور امام ابن الجوزیؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا
احمد انه کذبه وقال الدارقطنی متروك	ہے کہ انہوں نے اس کو جھوٹا قرار دیا امام دارقطنیؒ
الحدیث وقال ابوبکر البزار لین	کہتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ بزارؒ کہتے ہیں کہ وہ
الحدیث وعن علی بن المدینی لیس	کمزور روایتیں پیش کرتا ہے علی بن مدینی کہتے
عندی بالقوی قال الامام مسلم	ہیں کہ میرے نزدیک وہ قوی نہیں۔ امام مسلمؒ
متروك الحدیث۔ قال الساجی ضعیف	کہتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ امام ساجیؒ کہتے ہیں
الحدیث متروك یحدث بلحادیث	کہ وہ ضعیف ہے۔ اور باطل حدیثیں پیش کرتا ہے
بواطیل وقال ابن حبان یقلب	محدث ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ وہ سند کے اندر جو ضعیف
الاخبار ویلزق روایة الضعفا بالثقات انتهی	راوی ہوتے ہیں ان کی بجائے ثقہ راویوں کی روایت جوڑ دیتا ہے

١٠۔ علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال جلد ا ص ٢٥٥ میں انہیں حضرات محدثینؒ کے مذکورہ بالا اقوال نقل کرتے ہیں۔

دیکھئے حضرت امام بخاریؒ[١] امام نسائیؒ[٢] امام احمدؒ[٣] امام بیہقیؒ[٤] امام دارقطنیؒ[٥]، امام معینؒ[٦] ابوبکر ہیثمیؒ[٧]، امام جمال الدین زیلعیؒ[٨]، حافظ ابن حجرؒ[٩] اور صاحب تنقیح[١٠] وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ راوی قابل احتجاج نہیں ہے اور حافظ ابن حجرؒ نخبۃ الفکر ص ٥٩ میں حدیث

متروک کی تعریف کرتے ہیں۔

القسم الثانی من اقسام المردود وھو مایکون بسبب تہمۃ الراوی بالکذب وھو المتروک انتی۔

قسم ثانی مردود کی یہ ہے کہ راوی متہم بالکذب (جھوٹا) ہو ایسی حدیث کو (حضرات محدثینؒ کی اصطلاح میں) متروک کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ امام حاکمؒ کا کسی روایت (یا راوی) کو صحیح کہدینا حضرات محدثین کرامؒ کے نزدیک ہمیشہ قابل تنقید رہا ہے۔

علامہ ذہبیؒ تلخیص المستدرک جلد ۲ ص ۶۱۷ میں ایک روایت کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں وہ روایت یہ ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت الیاس علیہ السلام کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی ہے امام حاکمؒ کہتے ہیں صحیح ولم یخرجاہ۔ یعنی یہ روایت صحیح ہے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اس کی تخریج نہیں کی۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

۱ قلت بل موضوع قبح اللہ من وضعہ وماکنت احسب ان الجھل یبلغ بالحاکم الی ان یصحح مثل ھذا واسنادہ ھکذا الخ

میں کہتا ہوں کہ یہ موضوع ہے اللہ تعالیٰ ہلاک کرے اس کو جس نے اس کو وضع کیا ہے میرا یہ خیال نہ تھا کہ امام حاکمؒ اتنا جاہل ہے۔ جو ایسی روایت کو صحیح کہتا ہے حالانکہ اس کی سند یہ ہے (یعنی اس میں واضعین ہیں۔)

۲۔ ابکار المنن ص ۵۴ میں ہے (ایک روایت کی تحقیق میں) فی تصحیح الحاکم نظر الخ امام حاکمؒ کا اس روایت کو صحیح کہہ دینا محل نظر ہے۔

۳۔ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۸۵ میں ہے۔

الحاکم یصحح فی مستدرکہ احادیث ساقطۃ ویکثر ذالک ثم ھو شیعی

امام حاکمؒ مستدرک میں بہت گری ہوئی احادیث کو بکثرت صحیح کہہ جاتے ہیں۔ اور وہ مشہور شیعہ

مشهور من غير تعرض للشيخين و قال ابن طاهر سالت ابا اسمٰعيل الانصاری عن الحاکم فقال امام فی الحدیث رافضی خبیث۔ قال الذهبی الله یحب الانصاف ما الرجل برافضی بل شیعی۔ فقط الخ

ہیں۔ ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو کچھ نہیں کہتے، امام ابن طاہرؒ کہتے ہیں کہ امام حاکمؒ حدیث کے حق میں امام ہیں مگر رافضی خبیث ہے علامہ ذہبی رحؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انصاف کو پسند کرتا ہے انصاف کی بات یہ ہے کہ وہ شیعہ تو ہے (یعنی حضرت علیؓ کو فضیلت دینے والا) مگر رافضی نہیں جو حضرات صحابہ ثلاثہؓ کو ترک کرتا ہو۔

۴۔ تدریب الراوی ص۱۳ میں ہے۔

ویقاربه صحیح ابی حاتم وابن حبان فی التساهل

مستدرک حاکمؒ کے قریب ہے تساہل میں صحیح ابی حاتمؒ اور صحیح ابن حبانؒ۔

۵۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ص۲۴ میں ہے۔

والبستیؒ یدانی حاکما فی التساهل۔

امام ابن حبان بستیؒ تساہل میں امام حاکمؒ کے قریب ہیں۔

۶۔ مقدمہ ابن صلاح ص۹ میں ہے۔

ویقاربه فی حکمه صحیح ابی حاتم وابن حبان لبستی الخ

مستدرک حاکمؒ کے قریب ہے (تساہل میں) صحیح بن حبانؒ و صحیح ابی حاتمؒ۔

۷۔ کتاب التوسل مطبوعہ المنار لابن تیمیہؒ ص۱۰۱ میں ہے (وکذا تذکرۃ الحفاظ للذهبیؒ ترجمۂ امام حاکمؒ)

وقالوا ان الحاکم یصحح احادیث وهی موضوعة مکذوبة عند اهل المعرفة بالحدیث وکذالك احادیث کثیرة فی مستدرکه یصححها وهی عند ائمة اهل العلم بالحدیث موضوعة

حضرات محدثینؒ نے کہا ہے کہ امام حاکمؒ ایسی احادیث کو بھی صحیح کہہ جاتے ہیں جو جھوٹی اور موضوع ہوتی ہیں اور مستدرک میں اکثر وہ ایسا کرتے حالانکہ محدثینؒ کے نزدیک وہ موضوع ہیں۔

۸۔ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۴۵ میں ایک راوی محمد بن جعفر سے ایک روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ساڑھے سات سو سال تک دنیا پر حکمران رہے علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

اخرجه الحاكم في مستدركه فشان الكتاب بدو بامثاله - انتهى	امام حاکمؒ نے اس روایت اور اس جیسی دوسری ضعیف روایات سے کتاب کو معیوب کر دیا ہے۔

۹۔ مقدمہ زیلعی ص ۱۱ میں ابن دحیہ کی العلم المشہور سے نقل کیا ہے۔

ويجب على اهل الحديث ان يتحفظوا من قول الحاكم ابي عبد الله فانه كثير الغلط ظاهر السقط۔	علماء حدیث پر واجب ہے کہ امام حاکم کی روایات سے بچا کریں۔ کیونکہ وہ کثرت سے غلطی کرتے ہیں اور کھلے طور پر گری ہوئی روایات پیش کرتے ہیں۔

دوسری روایت مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۶۱ اور تفسیر طبری جلد ۱۰ ص ۵ اور نصب الرایہ جلد ۲ ص ۴۰۴ اور طبرانی فی الکبیر اور الدرایہ ص ۱۶۷ میں ہے۔

عن مجاهد قال كان آل النبي صلى الله عليه وسلم لا تحل لهم الصدقة فجعل لهم خمس الخمس انتهىٰ۔	حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ آپ کی اہل پر صدقہ حرام تھا۔ اس لیے ان کے لیے خمس الخمس مقرر ہوا ہے۔

مگر دو وجہ سے یہ روایت بھی غیر مقبول ہے۔ اولاً یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ حضرت مجاہدؒ سے جو روایت کرنے والا راوی ہے اس کا نام خصیف بن عبدالرحمن ہے گو اس کو بعض نے ثقہ بھی کہا ہے لیکن امام نسائیؒ ضعفاء ص ۴۲ میں فرماتے ہیں لیس بالقویؒ اور میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۰۷ میں ہے۔ ترکه احمد وقال مرة ليس بالقوي وقال ابوحاتم تكلم في سوء حفظه (مات سنة ۱۳۸ھ) کہ امام احمدؒ نے اس کو ترک کر دیا تھا اور نیز فرمایا کہ وہ قوی نہیں ہے اور امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں کہ سوء حفظ کی وجہ سے ان میں کلام کیا گیا ہے۔

وثانیاً۔ حضرت مجاہدؒ تابعی ہیں انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ کو نہیں دیکھا

تو ان کی روایت مرسل ہے ہم مرسل کے متعلق بعض محدثین کرامؒ کا مذہب نقل کرتے ہیں بغور دیکھیں۔

۱۔ کتاب علل الترمذی جلد ۲ ص ۲۳۹ میں ہے۔

والحدیث اذا کان مرسلا فانه لا یصح عند اکثر اهل العلم بالحدیث قد ضعفه غیر واحد منهم ۔ انتہی۔

حدیث جب مرسل ہو تو وہ ضعیف ہوتی ہے اکثر اہل علم کے نزدیک۔ اور بہت سے محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۲۔ وفی مقدمه نووی ص ۱۷ مذهب الشافعیؒ والمحدثین وجمهورهم وجماعة من الفقهاء انه لا یحتج بالمرسل الخ

امام شافعیؒ اور محدثینؒ میں سے جمہور اور فقہاءؒ میں سے ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ مرسل حدیث قابل احتجاج نہیں۔

۳۔ مقدمهٔ مسلم ص ۲۲ میں ہے و المرسل من الروایات فی اصل قولنا وقول اهل العلم بالاخبار لیس بحجة الخ

مرسل روایت ہمارے قاعدہ کے ماتحت اور اکثر اہل علم و اہل تاریخ کے نزدیک حجت نہیں۔

۴۔ کتاب القراءۃ بیہقیؒ ص ۱۳۱ میں ہے۔

وهو ضعیف من حیث انه مرسل الخ

مرسل ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے

۵۔ تدریب الراوی ص ۶۶ میں ہے۔

المرسل ضعیف عند الجمهور الخ

کہ مرسل جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

۶۔ ابکار المنن میں ہے۔

کونه مرسلا یکفی لضعفه الخ

اس کا مرسل ہونا ہی اس کے ضعف کے لیے کافی ہے

۷۔ نخبۃ الفکر ص ۵۰، ۵۱ میں مرسل پر بحث کی گئی ہے۔

اسی لیے امام جمال الدین زیلعیؒ تخریج حدیث مذکور (جلد ۲ ص ۴۰۳) کے بعد فرماتے ہیں۔ غریب بهذا اللفظ انتہی۔ ان الفاظ سے یہ روایت غریب ہے۔ شیخ ابن الھمامؒ

فتح القدیر مصری جلد ۲ ص ۲۴ میں فرماتے ہیں ھٰذا حدیث غریب الخ اسی کے قریب الفاظ ہیں علامہ بدرالدین عینیؒ کے بنایہ شرح ہدایہ میں فراجع۔ غریب وہ حدیث ہوتی ہے جو ایک ہی طریق و سند سے ثابت ہو۔ راجع نخبۃ الفکر ص ۳۵ وغیرہ من کتب الاصول۔

فائدہ:۔ ہم نے جو کہا ہے کہ مرسل قابل احتجاج نہیں تو اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ کسی صورت یا کسی امام کے نزدیک بھی مرسل حجت نہیں۔ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ مرسل قابل حجت ہے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ تابعینؒ سب کے سب اس امر پر متفق تھے کہ مرسل قابل احتجاج ہے دوسری صدی کے آخر تک حضرات ائمہؒ میں سے کسی نے مرسل کے قبول کرنے کا انکار نہیں کیا حضرت امام شافعیؒ پہلے وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مرسل کے ساتھ احتجاج کرنے کا انکار کیا ہے۔ (تدریب الراوی ص ۱۲۰ وتوجیہ النظر ص ۲۴۵) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ امام ابو حنیفہؒ امام احمدؒ اور اکثر فقہاء کرامؒ کا مذہب یہ ہے کہ مرسل قابل احتجاج ہے۔ الخ (مقدمہ نوویؒ ص ۱۷) مرسل حجت ہے مگر چند شرائط کے ساتھ جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے۔

۱۔ توجیہ النظر ص ۱۵۲ و ص ۲۴۵ ومقدمہ فتح الملہم ص ۳۴ میں ہے

فاذا لم یکن مسنداً غیر المرسل فالمرسل یحتج بہ الخ — جب مرفوع روایت موجود نہ ہو اور مرسل ہی ہو تو مرسل حجت ہے۔

مگر ساتھ ہی لکھتے ہیں۔

ولیس ھو مثل المتصل فی القوۃ الخ (مقدمہ فتح الملہم ص ۳۴) — کہ مرسل قوت میں مرفوع و متصل کے برابر نہیں۔

اور جس مسئلہ کے ہم درپے ہیں اس میں بقول امام طحاویؒ صحیح حدیث ہی نہیں بلکہ احادیث متواترہ ہیں کہ بنی ہاشم کے لیے صدقات مطلقاً حرام ہیں محض او ساخ الناس ہونے کی وجہ سے خمس ہو یا نہ ہو۔

یہاں تک جو کلام ہم نے کیا وہ نقلاً و روایۃً تھا اب ہم اس پر عقلاً کلام کرتے ہیں امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفیؒ احکام القرآن جلد ۳ ص ۳۳ میں فرماتے ہیں۔

فلیس استحقاق سھم من الخمس اصلاً لتحریم الصدقۃ علی بنی ھاشم، لان الیتامیٰ والمساکین و ابن السبیل یستحقون سھماً من الخمس ولم تحرم علیھم الصدقۃ فدل علی ان استحقاق سھم من الخمس لیس باصل فی تحریم الصدقۃ علی بنی ھاشم الخ

بنو ہاشم کا غنیمت کے خمس کا مستحق ہونا ان پر حرمت صدقات کی علت نہیں بن سکتا کیونکہ یتیموں، مسکینوں، اور مسافروں کو بھی خمس ملتا ہے حالانکہ ان پر صدقات حرام نہیں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بنو ہاشم پر صدقات حرام ہونے کی دلیل اور علت خمس نہیں ہے۔

تیسری علت انما ھی اوساخ الناس الحدیث ایک حدیث میں ہے غسالۃ الایدی الحدیث یہ علت ہے کہ چونکہ صدقات اوساخ اور میل کچیل ہیں اس لیے سادات کے لیے حرام ہیں۔

۱۔ فتح الملہم جلد ۲ ص ۳۸۵ میں ہے۔

والاصل فی کل حکم ان یبقیٰ ما دامت العلۃ باقیۃ الخ

اصل ہر حکم میں یہ ہے کہ جب تک علت باقی ہوگی حکم بھی باقی ہوگا۔

۲۔ مجموعۂ فتاویٰ مولانا عبد الحی جلد ۱ ص ۳۸۳ میں لکھا ہے۔ صاحب الفصولین نے لکھا ہے

ان الحکم اذا ثبت بعلۃ فما بقی شیٔ من احکام العلۃ بقی الحکم ببقائہ انتہی۔

کہ جب کوئی حکم کسی دلیل و علت سے ثابت ہو تو جب تک وہ علت باقی ہوگی حکم بھی باقی رہے گا۔

صدقات سے نہ تو اوساخ ہونا دور ہوا اور نہ قیامت تک وہ سادات کے لیے جائز ہوں۔ ہماری اس تحقیق کے بعد کسی احتمال کی ضرورت نہیں جیسا کہ صاحب اعلاء السنن نے (ج ۹ ص ۵۵ میں) تحریر کیا ہے کہ اگر خمس کو علت تسلیم بھی کر لیں تو اصل تشریعی کی علت ہوگی نہ کہ بقاء کی جیسا کہ طواف میں رمل اکڑ کر چلنا کہ قریش مکہ نے کہا تھا کہ ان مسلمانوں کو مدینہ کے بخار نے کمزور کر دیا ہے حکم ہوا کہ اکڑ کر چلو اب باوجودیکہ مکہ میں ظاہر کوئی مشرک نہیں مگر پھر بھی اکڑ کر چلنے کا حکم ہے) خصوصاً جب کہ احادیث حرمت صدقات بہت سی ہیں اور ان کے خلاف کوئی حدیث موجود نہیں (کہ زکوٰۃ و صدقات سادات کیلیے حلال ہیں) انتہیٰ کلامہ ملخصاً۔

اب ہمارے ذمہ اس روایت کا جواب رہ جاتا ہے۔ کہ بعض بنی ہاشم بعض کو صدقات دے سکتے ہیں یہ کہاں تک صحیح ہے؟ نیل الاوطار جلد۴ ص۵۸ میں ہے۔

واما ما استدل به القائلون بحلها للهاشمي من الهاشمي من حديث العباس بن عبد المطلب الذى اخرجه الحاكم في النوع السابع والثلاثين من علوم الحديث باسنا[د] كله من بني هاشم ان العباس بن عبد المطلب قال قلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم انك حرمت علينا صدقات الناس هل تحل لنا صدقات بعضنا لبعض فقال نعم فهذا الحديث

ان لوگوں کا استدلال جو یہ کہتے ہیں کہ بعض بنی ہاشم بعض کو صدقات دے سکتے ہیں وہ حدیث ہے جس کو امام حاکم نے معرفت علوم الحدیث کی سنتیسویں ۳۷ نوع میں بیان کیا ہے اور اس کے سب راوی ہاشمی ہیں۔ کہ حضرت عباسؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ ہمیں یہ فرمائیں کہ جب آپ نے لوگوں کے صدقات ہمارے لیے حرام کر دئے ہیں تو کیا ہم آپس میں بعض بعض کو صدقات دے سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اس حدیث کے بعض راوی متہم (بالوضع) ہیں۔ اور صاحب میزان (الاعتدال)

لہ قاضی شوکانیؒ نے جو یہ لکھا ہے کہ امام حاکمؒ نے یہ روایت معرفت علوم الحدیث کی سنتیسویں ۳۷ نوع میں بیان کی ہے یہ ان کا نرا وہم ہے یہ روایت امام حاکمؒ نے انتیسوں ۳۹ نوع میں ذکر کی ہے ملاحظہ ہو معرفت علوم الحدیث ص۷۵ طبع قاہرہ اور آخر میں لکھا ہے۔ کہ کل رواۃ الحدیث کلہم ہاشمیون۔ اس کی سند میں ابو محمد الحسن بن محمد بن یحیٰی العلوی ہے علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال ج۱ ص۲۴۲ میں اور حافظ ابن حجرؒ لسان المیزان ج۲ ص۲۵۲ میں ان کی ایک حدیث علیؓ خیر البشر وفی روایۃ علیؓ خیر البشر فمن ابی فقد کفر اور دوسری حدیث علیؓ وذریتہ یختمون الاوصیاء الی یوم الدین نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ دونوں روایتیں اسکے جھوٹے ہونے پر دال ہیں نیز پہلی روایت کے بارے میں یہ بزرگ لکھتے ہیں الباطل یعنی واضح طور پر یہ باطل ہے اور نیز لکھتے ہیں کہ اگر یہ راوی متہم (بالکذب) نہ ہوتا تو محدثین کرام رہ کا اس کے پاس ہجوم ہوتا کیونکہ وہ معمر تھا۔

قد اتهم به بعض رواتهم وقد اطال صاحب الميزان الكلام على ذلك فليس بصالح لتخصيص تلك العمومات الصحيحة الخ	علامہ ذہبیؒ نے اس حدیث کے راویوں پر پوری جرح کی ہے۔ تو یہ روایت ان احادیث صحیحہ عامۃ کی تخصیص نہیں کر سکتی کیونکہ یہ روایت بہت گری ہوئی ہے۔

یہ نقلی و روایتی تحقیق تھی۔ عقلاً بھی اس کی تردید ہوتی ہے۔ کہ جب وہ مال اوساخ الناس ہے تو خواہ ہاشمی سے ہو یا غیر ہاشمی سے وہ تو وسخ ہی رہے گا۔ تو کیا وجہ ہے کہ ہاشمی ہاشمی کی وسخ و میل تو کھائے اور وہ اس کے لیے جائز ہو اور غیر ہاشمی کی وسخ اس کے لیے حرام ہو فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۝

ایک بحث اور بھی کر لینی چاہیئے تاکہ یہ باب بھی مکمل ہو جائے وہ بحث یہ ہے کہ حضرات ازواج مطہراتؓ بھی اہل بیت میں داخل ہیں یا نہیں مسلم جلد ۲ ص ۲۹۷ میں زیدؓ بن ارقمؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ان سے

قال (حصين) له اى لزيد بن ارقمؓ يا زيد اليس نسائه فى اهل بيته قال نسائه من اهل بيته ولكن اهل بيته من حرم عليه الصدقة الحديث	حضرت حصینؒ نے سوال کیا کہ کیا آپ کی حضرات ازواجؓ مطہرات اہل بیت نہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں اہل بیت تو ہیں لیکن اہل بیت (جن کا میں تذکرہ کرتا ہوں) وہ ہیں جن پر صدقات حرام ہیں وہ آل علیؓ وغیرہ ہیں الخ۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقات حضرات ازواج مطہراتؓ پر حرام نہیں لیکن اصولی طور پر یہ قاعدہ ہے کہ جب صاحب قصہ خود کچھ بیان کرے تو اس کو ترجیح ہوتی ہے۔

کتاب الاعتبار ص ۱۱ للعلامۃ محمدؒ بن موسیٰؒ بن عثمانؒ بن حازمؒ (المتوفی ۵۸۴ھ) میں ہے۔

الوجه الثامن ان یکون احد الراویین صاحب القصة فیرجح حدیثه لان صاحب القصة اعرف بحاله من غیره الخ۔

آٹھویں وجہ بیان ترجیح کی یہ ہے کہ دو راویوں میں سے ایک صاحب قصہ ہو تو اس کی روایت کو ترجیح ہوگی کیونکہ صاحب قصہ اپنے حال کو غیر سے زیادہ جانا کرتا ہے۔

اب بعض دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ کتاب الرد لابن ابی شیبۃ مطبوعہ فاروقی دہلی ص۳۸ میں ہے۔

حدثنا وکیع (ثقة ثبت) عن محمد بن شریك (ثقة من رجال ابی داؤد۔ تهذیب جلد ۹ ص۲۲۲) عن ابن ابی ملیکة (هو عبد اللهؒ بن عبید الله تابعی ثقة۔ فقیه من رجال الستة تقریب ص۱۳۵) ان خالدؓ بن سعیدؓ بن العاص بعث الی عائشة ببقرة فردتها وقالت انا آل محمد لا ناکل الصدقة۔

امام ابن ابی شیبہؒ کہتے ہیں کہ ہم سے وکیعؒ نے حدیث بیان کی (جو ثقہ اور ثبت ہے) اور وہ محمدؒ بن شریکؒ سے روایت کرتے ہیں (جو ثقہ ہیں) اور وہ ابن ابی ملیکہؒ سے (جو کہ تابعی ہیں اور ثقہ ہیں) روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ خالدؓ بن سعیدؓ بن العاص نے ایک گائے (صدقہ کی) حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجی انہوں نے رد کر دی اور فرمایا کہ ہم آل محمد ہیں ہم صدقہ نہیں کرتے۔

۲۔ نیل الاوطار جلد۴ ص۶۰ میں اس روایت کے بارے لکھا ہے

قال الحافظ واسناده الی عائشةؓ حسن وهذا یدل علی تحریمها الخ

کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند حضرت عائشہؓ تک حسن ہے اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ صدقات حضرات ازواج مطہراتؓ پر بھی حرام ہیں۔

محدث ابن بطالؒ نے اس کے خلاف بھی کہا ہے مگر اس کے دو سبب ہیں۔ اوّلؔ تو ممکن ہے کہ ان کو یہ حدیث مذکور نہیں پہنچی دوسرےؔ ممکن ہے کہ ان کو

حضرت زیدؓ بن ارقم کی روایت سے یہ دھوکہ ہوا ہوا اسی لیے ہم نے روایت کے راوی بھی بتلا دئے ہیں اور حافظ الحدیث سے حدیث کا حسن ہونا بھی نقل کر دیا ہے اور کتاب الاعتبار کے حوالہ سے حضرت زیدؓ بن ارقم کی روایت پر حضرت عائشہؓ کی روایت کی وجہ ترجیح بھی بتلا دی ہے اصل عبارت طحطاوی ص ۶۸۶ میں یوں ہے۔

واما الصدقة على ازواجه ففي شرح البخاري لابن بطالؒ ان الفقهاء قد اتفقوا على ان ازواجه عليه السلام لم يدخلن في الذين حرمت عليهم الصدقات وقال ابن قدامة (الحنبلي في المغني) روى عن عائشة انها قالت انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة قال فهذا يدل على تحريمها عليهن الخ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرات ازواج مطہراتؓ پر صدقہ کے بارے محدث ابن بطالؒ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرات فقہاءؒ کا اتفاق ہے کہ آپ کی حضرات ازواج مطہرات ان لوگوں میں نہیں داخل جن پر صدقات حرام ہیں (لیکن) امام ابن قدامہؒ (حنبلی اپنی کتاب مغنی میں) فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے (کئے رد کرتے وقت کامرؒ) فرمایا کہ ہم آل محمد ہیں ہمارے لیے صدقات حلال نہیں۔ تو یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ ازواج مطہراتؓ پر بھی صدقات حرام ہیں

سیّد احمد طحطاویؒ بھی کچھ یہی سمجھانا چاہتے ہیں کہ حضرات ازواج مطہراتؓ پر بھی صدقات حرام ہیں اسی لیے وہ ابن بطالؒ کے قول کے بعد امام ابن قدامہؒ کی عبارت نقل کرتے ہیں اور اس پر کوئی گرفت نہیں کرتے کما لا یخفی علی من لہ ذوق سلیم

نیز علامہ ابن عابدین شامیؒ منحۃ الخالق علی البحر الرائق مصری جلد ۲ ص ۲۴۷ میں فرماتے ہیں۔

وفي المغني عن عائشةؓ قالت انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة قال فهذا يدل على تحريمها عليهن الخ

مغنی (ابن قدامہؒ) میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم آل محمد ہیں ہمارے لیے صدقات حلال نہیں۔

اس حدیث سے حضرات ازواج مطہراتؓ پر بھی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ علمائے احناف کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم کی عبارات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم راجع۔ اعلاء السنن جلد ۹ ص ۷۴۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

ممکن ہے کہ بعض حضرات کو حدیث مسلم جلد ۱ ص ۳۴۴ ونصب الرایہ جلد ۲ ص ۴۰۳ اور درایہ ص ۱۶۷ وغیرہ سے جو اس مضمون سے منقول ہے کہ حضرت ربیعہؓ بن الحارث اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب حضور کے پاس آئے کہ ہمیں شادی کی مہم درپیش ہے اور ہمارے پاس مالی گنجائش نہیں ہمیں صدقات پر عامل مقرر کر دیں تاکہ ہمیں اس ذریعہ سے کچھ رقم میسر ہو جائے اور ہم اپنا کام چلا سکیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان الصدقات لا ینبغی لآل محمد انما ھی اوساخ الناس کہ صدقہ اوساخ الناس ہے آل محمد کو لائق نہیں پھر فرمایا کہ حضرت محمیہؓ بن جزء) کو بلاؤ جو خمس پر مقرر تھے اور فرمایا۔

اصدق عنهما من الخمس کذا وکذا الخ

کہ اے محمیہؓ ان کو خمس میں سے اتنا اتنا مال دے دو کہ وہ (مہر وغیرہ ادا کر سکیں) او کما قال محصلہ

یہ شبہ پیدا ہوا کہ شاید یہاں خمس ان کو بطور عوض عن الصدقہ دیا گیا تھا۔ اس کا جواب ہم امام نووی (ج ۱ ص ۳۴۴ وفتح الملہم جلد ۳ ص ۱۰۲) کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

یحتمل ان یرید من سهم ذوی القربیٰ من الخمس لانهما من ذوی القربیٰ ویحتمل ان یرید من سهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الخمس انتہی۔

ممکن ہے کہ یہ حصہ وہ ہو جو خمس میں سے ذوی القربیٰ کو دیا جاتا تھا کیونکہ یہ دونوں بزرگ ذوی القربیٰ میں سے تھے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ وہ حصہ ہو جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خمس میں سے ملتا تھا۔

اس میں فقط اتنا ہی مذکور ہے کہ ان کو خمس میں سے کچھ حصہ دیا گیا۔ انہیں

عوض عن الصدقۃ کا کوئی تذکرہ نہیں۔

فائدہ:۔ بعض علمائے جو یہ فتویٰ دیا ہے (ہم کسی مصلحت سے ان کا نام نہیں لیتے)
قلت واخذ الزکوٰۃ عندی اسھل من السوال فافتی بہ ایضًا انتہٰی۔ کہ زکوٰۃ کا لینا (سادات کے لیے) میرے نزدیک آسان ہے سوال کرنے سے اور میرا یہی فتویٰ ہے

تو انہوں نے اس قاعدہ اذا ابتلیتم ببلائیں فاختروا اھونہما پر عمل کیا ہے لیکن ایک تو یہ جمہور علمائے کرام اور ائمہ اربعہؒ واہل ظاہر وغیرہ کے خلاف ہے۔ دوسرے احادیث صحاح کے خلاف ہے۔ تیسرے یہ قیاس ہے مقابلہ میں نص صریح کے جو غیر مقبول ہے۔ چوتھے سوال گو بعض صورتوں میں ناجائز و غیر اولیٰ ہے مگر بعض صورتیں جواز کی بھی ہیں اور حرمت صدقات علی بنی ہاشم بوجہ اوساخ الناس ہونے کے کسی صورت میں بھی ان کے لیے جائز نہیں اور اس کی علت موبدہ ہے تو یہ فتویٰ ان کا درست نہ ہوگا وہو الحق۔

ایک شبہ اور اس کا حل۔

بعض جاہل لوگ یہ کہدیا کرتے ہیں کہ جب خمس بھی نہیں ملتا اور صدقات واجبہ بھی سادات کے لیے حرام ہو گئے تو وہ غریب کیا کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کیا سادات حرام کھانے پر ہی راضی ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں۔ لا تحل لمحمد ولا لآل محمد کہ صدقات نہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے حلال ہیں اور نہ آل محمد کے لیے۔ تو اس اعتراض کا حاصل تو یہ ہوا کہ حضور تو یہ فرمائیں کہ صدقات میری اہل پر حرام ہیں اور اہل اور ان کے ہمدرد وکیل یہ کہیں کہ حلال ہیں۔ حضور تو منع فرمائیں اور یہ کہیں کہ ہم تو نہیں رکتے حضور تو فرمائیں کہ یہ لوگوں کی میل کچیل ہے اور اہل اور ان کے وکیل کہیں کہ حلال اور طیب ہے حضور تو فرمائیں کہ بوجہ شرافت و کرامت کے میری اہل پر صدقات حرام

ہیں مگر اہل اور ان کے وکیل کہیں کہ جس شرافت کی وجہ سے ہمارا رزق بند ہو وہ شرافت وکرامت ہی درکار نہیں ۔

حضور تو فرمائیں کہ میں اپنی اہل کو تمام امت پر فضیلت دیتا ہوں مگر وہ کہیں کہ ہم تو ضرور غسالۃ ایدی الناس (لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل) ہی کھائیں گے۔ سبحان اللہ تعالیٰ بحمدہٖ ۔ کیا اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟

حضرت شیخ سعدیؒ کیا ہی خوب فرماتے ہیں ؎

چوں دزد از خانہ بر خیزد کجا مانند نگہبانی — چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

ہماری حضرات سادات سے دو ہی اپیلیں ہیں جو بھی آسان نظر آئے قبول کر لیں ؎

من نہ گویم کہ ایں مکن آں کن — مصلحت بین و کار آسان کن

۱۔ یا تو سید ہونے کا دعوے ہی نہ کریں کیونکہ عجم میں نسب غلط ہونے کی وجہ سے صحیح نسب اکثر قوموں کی باقی ہی نہیں رہی۔ الا ماشاء اللہ تعالیٰ۔ یوں سمجھیں کہ جو سیّد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں دس فیصدی بمشکل اصلی و صحیح سیّد نکلیں گے۔ باقی سب ہم پانچ سوار دہلی سے آئے ہیں کا مصداق ہیں۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ کوئی شخص کہتا ہے میں عباسی ہوں کوئی دعوے کرتا ہے کہ میں صدیقی ہوں کوئی کہتا ہے کہ میں فاروقی ہوں کوئی کہتا ہے کہ میں عثمانی ہوں کوئی کہتا ہے کہ میں علوی ہوں۔ کیوں صاحب ابولہب کے بیٹے حضرت عتبہؓ اور حضرت معتبؓ صحابی نہ تھے ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہؓ صحابی نہ تھے اور کیا یزید کی اولاد دنیا سے بالکل نیست و نابود ہو گئی ہے یا اس کی اولاد میں سے کوئی بھی مسلمان باقی نہیں رہا۔ کیا آپ نے کوئی ابولہبی ابوجہلی یا ابولہبی یا یزیدی بھی دیکھا یا سنا ہے میں نے تقریباً تیس ۳۰ سال کی عمر میں کوئی دیکھا نہ سنا جو یہ کہے کہ میں ابوجہلی۔ یا ابولہبی یا یزیدی ہوں کیا یہ سب چیزیں تصنع پر دال نہیں میری اس تحریر سے کوئی صاحب غلط نہ سمجھیں کہ شاید میں ان حضرات سے دشمنی کرتا ہوں اور

ان کے وجود کا قائل نہیں ہوں میں ان بزرگوں کا دلی معتقد ہوں اور ان میں سے باایمان باعمل واصحاب علم حضرات کا جوتا اٹھانا بھی اپنے لیے فخر سمجھتا ہوں اور دس سے بیس فیصدی ان کے وجود کا بھی قائل ہوں مگر نہ اتنی مقدار میں کہ سو فیصدی ہی تسلیم کرلوں اللّٰھم احببھم الی برحمتک آمین ثم آمین۔

۲۔ دوسری اپیل یہ ہے کہ اگر ضرور اس پر اصرار کرتے ہیں کہ ہم سید ہیں تو کم از کم آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کریں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس چیز کو آپ کے لیے حرام فرماتے ہیں اسے حرام سمجھیں اور جائز طرق سے کما کر کھائیں۔ اللّٰھم ارزقنا اتباع نبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سرًّا وعلانیۃ ۔

آمین ثم آمین ویرحم اللہ عبدا قال آمینا۔

خاتمہ

ہم نے وعدہ کیا تھا کہ بعض مزید ضروری باتیں بتلائیں گے زکوٰۃ کے بعض اہم مسائل اور اس کی فرضیت کا وقت تو ہم مقدمہ میں پیش کر آئے ہیں اب یہاں کچھ اور ضروری مسائل سُن لیں۔

صدقۃ الفطر:۔ کا حکم ۲ھ میں جب کہ رمضان کے روزے فرض ہوئے نازل ہوا، اور یہ ہر مسلمان پر واجب ہے بالغ ہو یا نابالغ مرد ہو یا عورت عید کی نماز سے پہلے جب کہ مقروض نہ ہو اور حاجات اصلیہ سے فارغ ہو ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا ان میں سے کسی کے اندازے کا کوئی سامان ہو تجارت کا ہو یا غیر تجارت کا۔

فائدہ:۔ زکوٰۃ میں سونے چاندی اور نقد کے علاوہ فقط تجارت کا مال شرط ہے مگر قربانی اور صدقۂ فطر میں جو بھی مال حاجت اصلیہ سے فارغ ہو اور نصاب تک پہنچ جائے۔ اس پر فطرانہ لازم ہے۔

پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ایک فقیر کو یا کئی فقراء کو ایک آدمی کا صدقہ یا کئی آدمیوں کا صدقہ دے دے۔ عید کی صبح سے پہلے رمضان میں بھی دینا جائز ہے باقی مسائل یا علماء سے پوچھیں یا کتب فقہ میں دیکھ لیں۔

عشر:۔ زمین کی پیداوار اگر بارانی ہے تو تمام پیداوار کا خرچہ زمین نکالنے سے پہلے دسواں حصہ اور اگر کنوئیں وغیرہ کے ذریعے سے آبپاشی ہو تو بیسواں حصہ حضرت امام ابوحنیفہؒ

کے نزدیک سبزی وغیرہ پر بھی عشر ہے۔ خودرو لکڑی اور گھاس وغیرہ مستثنیٰ ہیں۔ باقی مسائل کتبِ فقہ میں دیکھ لیں یا پوچھ لیں۔

قسم کا کفارہ:۔ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کپڑے دینا جس سے اکثر بدن ڈھانپ جائے یا دس مسکینوں[1] کو روٹی کھلانا۔ اگر ان اشیاء پر قدرت نہ ہو تو پھر تین لگاتار روزے رکھنا۔

کفارۂ ظہار:۔ کے معنی (اپنی منکوحہ بیوی کو ماں بہن وغیرہ محرماتِ ابدیہ سے تشبیہ دینا) حکم۔ غلام آزاد کرنا۔ یا ساٹھ مسکینوں کو دو وقت روٹی کھلانا۔ یا دو مہینے مسلسل روزے رکھنا۔ عمداً روزہ رمضان کھانے کا کفارہ بھی یہی ہے جو کفارہ ظہار کا ہے۔

باقی مسائل کتبِ فقہ میں بالتفصیل موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں یا کسی سمجھ دار عالمِ ربانی سے پوچھ لیں۔

نذر:۔ و منت۔ کے ایک ہی معنی ہیں۔ مثلاً بعض صورتیں اس کی یہ ہیں۔ اے اللہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اتنے روزے رکھوں گا یا نماز پڑھوں گا وغیرہ۔ یا مجھے یا میرے کسی عزیز کو شفاء ہوئی تو اتنا صدقہ کروں گا۔ یا میرا بھائی اور بیٹا بسلامت گھر آ گیا تو اتنی رقم تیرے نام پر دوں گا۔ جب یہ کام ہو جائے تو اس کو وہ چیزیں کرنی ضروری ہونگی۔ اور اس پر وہ واجب ہوں گی۔

مگر یہ یاد رہے کہ صدقۂ فطر، عشر، کفارۂ یمین و قتل خطاء، ظہار و ایلاء۔ و نذر و کفارۂ رمضان وغیرہ ان سب کے مصرف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصرف ہیں کافر، غنی، سید

---

[1] دس مسکینوں کو روٹی کھلانا دو وقت پیٹ بھر کر کھلائے۔ فقط صبح یا فقط شام کو کھلانا صحیح نہ ہو گا اور احتیاط یہی ہے کہ وہی مسکین رات کو بھی کھائیں جنہوں نے صبح روٹی کھائی تھی۔ راجع عینی بر ہدایۃ جلد ۲ ص ۳۹۵ اور اگر کچا اناج دے تو ہر مسکین کو اتنی مقدار کا دے جو صدقہ فطر میں ایک پر واجب ہوتا ہے یعنی پونے دو سیر گندم) ایک مسکین کو دے دینا درست نہیں۔ راجع ہدایہ اولین ص ۴۹۴ وغیرہا کتب الفقہ والفتاویٰ۔

وغیرہ جن پر زکوٰۃ جائز نہیں وہ یہ نہیں لے سکتے۔ کما مر مفصلاً۔

باقی قربانی کا گوشت[1] نفلی صدقات وخیرات۔ مسلم وکافر۔ قریبی وغیر قریبی ہاشمی وغیر ہاشمی سب کے لیے جائز ہیں۔

فائدہ۔ مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ جلد ۲ ص ۳۰۶ میں ہے۔

تصدق بچرم اضحیہ از قبیل تطوعات است وصدقۂ تطوع محکوم علیہ بحرمت صرف آں بربنی ہاشم وغیرہ نیست الخ	قربانی کی کھال کا صدقہ کرنا نفلی صدقات میں سے ہے اور نفلی صدقات بنی ہاشم وغیرہ پر حرام نہیں ہیں۔

لیکن یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ قربانی کا چمڑا چمڑے کی شکل میں نفلی صدقہ ہے اس کو فروخت کر کے اس کی رقم کا صدقہ کرنا ضروری ہے (شرح التنویر ص ۳۲۱ ج ۵)

فائدہ:- یہاں لکھنے کی زیادہ ضرورت تو نہ تھی کیونکہ ہمارا خیال ہے اس پر مستقل رسالہ لکھنے کا مگر چونکہ یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے اس میں زیادہ تاخیر مناسب نہیں معلوم ہوتی۔ البحر الرائق مصری جلد ۲ ص ۲۹۸ اور شامی جلد ۳ ص ۱۷۵ اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں یہ مندرجہ ذیل عبارت موجود ہے کہ نذر لغیر اللہ (کائنا ما کان لمن کان فافهم) حرام ہے۔

واما النذر الذی ینذرہ اکثر العوام علی ماھو مشاھد کان یکون للانسان غائب او مریض اوله حاجة ضروریّة فیاتی الی بعض مزارات الصلحاء فیجعل ستره علی رأسه ویقول یاسیدی	وہ نذر جس کو عوام الناس مانا کرتے ہیں جیسا کہ بطور مشاہدہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی کا کوئی آدمی غائب ہو۔ یا مریض ہو یا کوئی اور ضروری حاجت ہو تو وہ بعض حضرات اولیاء اللہ کی قبور پر جاکر اپنے سر پر پردہ ڈال کر کہتے ہیں۔ اے میرے سردار و مولیٰ فلاں بن فلاں اگر میرا غائب آگیا

---

[1] فتاویٰ عالمگیری ص ۳۰۰ ج ۵ میں ہے کہ قربانی کا گوشت ذمی (یعنی غیر مسلم کو اسلامی حکومت میں رہتا ہو) دینا جائز ہے ۱۲۔

فلان بن فلان ان رد غائبی او عوفی مریضی اوقضیت حاجتی فلك من الذهب كذا ومن الفضة كذا ومن الطعام كذا ومن الشمع كذا ومن الزيت كذا فهذا النذر باطل بالاجماع لوجوہ منها انه نذر للمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز لانه عبادة والعبادة للمخلوق لا يجوز ومنها ان المنذور له ميت والميت لا يملك۔ ومنها ظن ان الميت يتصرف فی الامور دون الله تعالٰی واعتقاده بذالك كفر انتہی۔

یا شفا ملی میرے مریض کو یا پوری ہوگی میری حاجت تو تجھے اتنا سونا یا اتنی چاندی اور اتنا طعام (پختہ یا کچا) اور اتنی موم بتیاں اور اتنا تیل (چراغ جلانے کے لیے) دونگا تو یہ نذر بالاجماع باطل ہے چند وجوہ سے ایک[1] تو اس لئے کہ یہ نذر ہے مخلوق کے لیے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں جائز دوسرے[2] اس لیے کہ جس کے لیے نذر دی جاتی ہے وہ میت ہے اور وہ (اس کو قبض کر کے اس کی) مالک نہیں ہو سکتی۔ تیسرے[3] اس لیے کہ اس سے یہ گمان بھی ہوتا ہے کہ میت معاملات میں تصرف کرتی ہے حالانکہ اس کا یہ اعتقاد کرنا قطعاً کفر ہے

یہ اس صورت میں ہے جب کہ قبر کے پاس جا کر کہے اور جب دُور سے پکار کر کہے تو اس کے متعلق مجموعۂ فتاوٰی مولانا عبدالحی جلد ا ص ۳۵ وغیرہ میں فتاوٰی بزازیہ کردری الحنفیؒ (المتوفی ۸۲۷ھ) سے نقل کرتے ہیں۔

من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر الخ

جو یہ کہے کہ بزرگوں کی ارواح حاضر ہیں اور ہمارے احوال و اقوال کو جانتی ہیں تو وہ شخص کافر ہے

ہم اس رسالہ میں اس مسئلہ پر نہ زیادہ بحث کرتے ہیں نہ زیادہ حاشیہ آرائی کی ضرورت ہے۔ ہم نے نذر کا معنی کرتے ہوئے یہ بحث ضمناً آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ اگر اللہ تعالٰی کو منظور ہوا تو ہم اس پر ایک مستقل رسالہ تصنیف کریں گے انشاء اللہ العزیز۔

حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت امام ابوحنیفہؒ

حضرت امام ابوحنیفہؒ (المولود ۸۰ھ) کے تابعی ہونے میں یہ جملہ حضرات ائمہ حدیث مثلاً علامہ خطیب بغدادی الشافعیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ)۔ علامہ نووی الشافعیؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) علامہ شمس الدین ذہبی الشافعیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ)۔ علامہ شمس الدین السخاوی الشافعیؒ (المتوفی ۹۰۲ھ) امام زین الدین عراقیؒ استاد حافظ ابن حجر عسقلانیؒ۔ علامہ ابوسعد سمعانی ابوعبدالکریم بن محمد منصور المروزیؒ (المتوفی ۵۶۲ھ) (راجع سیرۃ النعمان جلد ۱ ص ۱۷) وامام دارقطنی الشافعیؒ (المتوفی ۳۸۵ھ) راجع تذکرۃ الموضوعات ص ۱۱۱ اور امام ابن عدیؒ راجع قانون الموضوعات ص ۲۲۶ اور امام محمد بن سعدؒ کاتب واقدیؒ (المتوفی ۲۳۰ھ) متفق ہیں یہ حضرات فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضؓ کو دیکھا ہے حضرت انسؓ کی وفات ۹۳ یا ۹۴ھ کو بصرہ میں ہوئی۔ اس میں ان حضرات کا اتفاق ہے باقی تین حضرات صحابہؓ (حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفی مات بالکوفۃ ۸۲ھ اور حضرت سہلؓ بن سعد الساعدی مات بالمدینۃ ۹۱ھ اور حضرت ابوالطفیل عامرؓ بن واثلۃ مات بمکۃ ۱۰۲ھ اور حضرت عامرؓ بن واثلۃ کی بالاتفاق سب حضرات صحابہؓ میں آخر کو وفات ہوئی راجع تذکرۃ الموضوعات ص ۱۱۱) میں اختلاف ہے مگر تحقیق یہی ہے کہ حضرت عامرؓ بن واثلۃ کو بھی دیکھا ہے (وہو الحق) وللناس فیما یعشقون مذاہب۔ حضرت ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرات محدثین کرامؒ میں جمہور اس کے قائل ہیں کہ محض کسی صحابی کی ملاقات سے آدمی تابعی ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ کچھ مدت،

تک رہنا اور روایت نقل کرنا تابعی ہونے کے لیے شرط نہیں (ذیل الجواہر ج۲ ص۵۳۴) اور امام ابو الفرج محمد بن اسحاقؒ بن ندیمؒ (المتوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں وکان من التابعین لقی عدة من الصحابة الخ (الفہرست لابن ندیمؒ ص۲۹۸) یعنی امام ابوحنیفہؒ تابعینؒ میں سے تھے متعدد حضرات صحابہ کرامؓ سے ان کی ملاقات ہوئی ہے غرضیکہ امام ابوحنیفہ رؤیۃً تابعی ہیں۔

امام صاحب کا فن حدیث میں درجہ

علامہ ذہبیؒ نے ایک کتاب لکھی ہے (جس کا نام تذکرۃ الحفاظ رکھا ہے) جس میں وہی لوگ درج کئے ہیں جو حافظ الحدیث کہلاتے ہیں اور تعریف انہیں کی کی ہے۔ (بعض وہ لوگ بھی ضمناً پیش کیے ہیں جن پر جرح بھی کی ہے مگر تعریف انہی کی بیان کی ہے جو ان کے نزدیک حافظ الحدیث ہیں) علامہ ذہبی وہ بزرگ ہیں جن کو حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ نے نخبۃ الفکر ص۱۱۰ میں اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ غیر مقلد نے ابکار المنن ص۱۶۰ میں لکھا ہے۔ قال الذہبی وھو من اھل الاستقراء التام فی نقد الرجال الخ علامہ ذہبیؒ نے کہا جو کہ مراتب رجال میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ چنانچہ علامہ موصوف تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۱۵۹ میں لکھتے ہیں ابوحنیفہؒ امام تھے پرہیزگار تھے کان اماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان الخ عالم تھے عامل تھے عبادت گذار تھے بہت بڑی شان کے مالک تھے۔ حافظ ابن عبدالبرؒ کتاب الانتقاء جلد۲ ص۱۵۰ میں لکھتے ہیں کہ امام وکیع بن الجراحؒ (المتوفی ۱۹۷ھ) نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بہت حدیثیں سنیں اصل الفاظ یوں ہیں وقد سمع منہ حدیثا کثیرا الخ علم کلام میں امام کا درجہ خطیب تاریخ جلد۱۳ ص۱۶۱ میں لکھتے ہیں۔ الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الکلام الخ لوگ امام ابوحنیفہؒ کی عیال ہیں علم کلام (عقائد) میں۔ فقہ میں درجہ علامہ تاج الدین سبکیؒ المتوفی ۷۷۱ھ نے طبقات جلد۲ ص۱۷۴ میں لکھا ہے۔ وفقہ ابی حنیفۃؒ فقہ دقیق الخ کہ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ بہت مشکل فقہ ہے (اسی لیے لوگ بھی اسی فقہ کے زیادہ

منکر ہیں) جن بعض لوگوں نے تعصب کی بنا پر امام صاحبؒ پر اعتراض کئے ہیں اور جن وجوہ سے اعتراض کئے ہیں وہ جمہور علماء کے نزدیک غیر مقبول ہیں (راجع خیطرۃ القدس ص ۵۸ لنواب صدیق حسن خانؒ۔ وکتاب القرأۃ ص ۳۹ للبیہقیؒ وجزء القرأہ ص ۳۳ للامام البخاریؒ وتہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۱۲ ومیزان الاعتدال جلد ۱ ص ۵۲ وجلد ۳ ص ۲۵۶ دخیرات الحسان ص ۴۷ وکتاب الانتقاء ص ۱۲۷ وتعلیق الحسن جلد ۱ ص ۴۹ وغیرھا من الکتب والتفصیل لا یسعہ ھذا المقام) کتاب المناقب جلد ۲ ص ۲۴ لحافظ کردریؒ اور کتاب المقاتل ص ۲۷ وانتقاء ص ۱۷۰ میں لکھا ہے کہ عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام صاحبؒ کو قید خانہ میں زہر دیا (اس لیے قید کیا تھا کہ انہوں نے قاضی القضاۃ بننے سے انکار کیا تھا کہ ظالم بادشاہ ہیں اور جائز و ناجائز فتوے دینے پڑتے ہیں۔ اور ۱۵۰ھ میں ان کی وفات ہوئی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی ذات گرامی پر طعن کرنے والوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر طعن سے کون بچ سکا ہے؟ ہم دو عبارتیں پیش کر دیتے ہیں۔ ۱۔ جزء القرأۃ امام بخاریؒ ص ۳۳ میں ہے۔

ولم ینج کثیر من الناس فی کلام بعض الناس فیھم الی ان قال ولم یلتفت اھل العلم فی ھذا النحو الا ببیان و حجۃ ولم یسقط عدالتھم الا ببرھان ثابت وحجۃ والکلام فی ھذا کثیر انتہی۔

بعض لوگ بعض کے عیب بیان کرتے ہیں اس سے کم ہی کوئی بچا ہوگا لیکن اہل علم ایسے کلام کی پروا نہیں کیا کرتے مگر دلائل اور براہین کے ساتھ اور اس قسم کا کلام جس کے بارے میں کیا جائے تو اس کی عدالت میں خلل انداز نہیں ہو سکتا مگر جب اس پر برہان و دلیل پیش کی جائے اس قسم کے واقعات بے شمار ہیں۔

۲۔ علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۵۲ میں لکھتے ہیں۔

قلت کلام الاقران بعضھم فی

بعض ہم عصر جو بعض کے متعلق کلام کرتے ہیں

بعض لا يعبأ به لا سيما اذا لوح لك انه لعداوة اولمذهب اولحسد ماينجومنه الّا من عصمه الله وما علمت ان عصرًا من الاعصار سلم اهله من ذالك سوى الانبياء والصديقين ولوشئت لسردت من كرار ليس الخ۔

تو وہ قابل التفات نہیں ہوتا خصوصاً جب کہ کسی دشمنی یا مذہبی تعصب اور عداوت کی بنا پر ہو اس سے وہی بچ سکتا ہے جس کو خدا تعالیٰ بچائے۔ مجھے کوئی زمانہ ایسا نہیں معلوم کہ جس میں بعض کا بعض میں کلام نہ ہوا ہو بغیر حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام (قلت علی التفسیر) اور صدیقین کے اگر میں ان کی (جنہیں کلام ہوا) فہرست بیان کروں تو دفتر کے دفتر درکار ہیں۔

حضرت امام مالکؒ

امام ابن عبد البرؒ نے کتاب الانتقاء فی مدح الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء ص۴۳ وص۴۴ میں اور امام ابوالفرج اصفہانیؒ (المتوفی ۳۵۶ھ صاحب الاغانی) نے کتاب المقاتل ص۱۰۲ میں اور قاضی شمس الدین احمدؒ بن خلکانؒ (المتوفی ۶۸۱ھ) نے وفیات الاعیان جلد ۱ ص۴۳۹ میں لکھا ہے کہ جب جعفر بن سلیمان (خلیفہ منصور کا چچا) مدینہ کا گورنر بنا تو امام مالکؒ (المولود ۹۰ھ) کا فتویٰ اس کے سامنے پیش ہوا۔ وہ یہ فتویٰ تھا کہ جس سے جبراً طلاق لی جائے تو وہ طلاق نہیں ہوتی یہ امام مالک کا مذہب ہے احناف کے نزدیک واقع ہو جاتی ہے (راجع کتب الفقہ) تو امام مالکؒ کو ننگا کر کے کوڑوں سے مارا گیا اور مشکیں باندھی گئیں یہاں تک کہ ان کا بازو اکھڑ گیا۔ مگر امام مالکؒ یہی کہتے رہے۔ من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا مالک بن انس اقول طلاق المکرہ لیس بشئ۔ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو خود پہچانتا ہی ہے جو نہیں پہچانتا میں بتلا دیتا ہوں کہ میں مالکؒ بن انسؒ ہوں میں کہتا ہوں کہ مکرہ کی طلاق نہیں واقع ہوتی۔ فتویٰ تو دوسرے حضرات ائمہؒ نے بھی دیا تھا مگر ان کے ساتھ یہ حرکت کیوں نہ ہوئی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ نے لوگوں سے جبراً بیعت لی تھی خلیفہ کو خطرہ محسوس ہوا کہ

جب لوگوں کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوگا کہ جبراً طلاق نہیں ہوتی تو وہ خود بخود یہ سمجھ لیں گے کہ جبراً بیعت بھی نہیں ہوتی اور یہ حکومت پر ضرب تھی لہذا حضرت امام مالکؒ کو یہ سزا دی گئی۔ فاحفظ، ومات مالکؒ ۱۷۹ھ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت امام محمدؒ بن ادریس الشافعیؒ المولود ۱۵۰ھ بہت بڑے امام ہیں جو علم حدیث علم تفسیر نحو و لغت وفقہ وغیرہ میں مسلّم امام ہیں اور وہ ثقہ فقیہ امام عابد عادل عابد ہیں ہزاروں حضرات ان سے علم حدیث میں مستفید ہوتے عالم اور زاہد ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد بھی تھے حق کے بیان کرنے میں کسی لومۃ لائم کی پروانہ کرتے تھے۔ تاریخ میں موجود ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کو بعض نفس پرستوں نے اضر من ابلیس کا خطاب دیا بعض اہلِ عراق و مصر نے ان پر ایسی تہمتیں لگائیں کہ ان کی وجہ سے یمن سے دارالسلام تک بیحرمتی اور بے عزتی سے قید کر کے بھیجے گئے کہ ہزاروں آدمی ملامت کرتے تھے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کے حلقہ میں سر جھکائے ہوئے تھے۔ (راجع سیف یمانی ص۵) گویا پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت یوں بھی ادا کی کہ مجاہد بھی بنے عالم بھی نمازی بھی اور غازی بھی ان کے فضائل بہت بے شمار ہیں المتوفی ۲۰۴ھ (رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً الی یوم القیمۃ آمین)

حضرت امام احمدؒ بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ المولود ۱۶۴ھ انہوں نے جب قرآن کریم کے غیر مخلوق ہونے کا فتویٰ دیا تو مسلسل اکیس ۲۱ برس تک یکے بعد دیگرے ماموں۔ رشید۔ معتصم واثق نے امتحان لیا مگر امام احمدؒ ایک مضبوط چٹان تھے۔ جو ٹس سے مس نہ ہوئے حالانکہ بڑے بڑے امام حدیث مثلاً علیؒ بن مدینیؒ شیخ بخاریؒ وغیرہ نے خلقِ قرآن کریم کے بارے میں مجبوراً اثبات میں جواب دیا۔ (راجع تاریخ خطیب جلد ۱۱ ص۴ تا ۴۲)۔

محدث ابن جوزی حنبلیؒ (المتوفی ۵۹۷ھ) مناقب احمدؒ ص ۳۳۳ تا ص ۳۳۸ میں لکھتے ہیں کہ محدث ابوزرعہ رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں سے سنتا رہا کہ امام احمدؒ بن حنبلؒ کو امام یحییٰؒ ابن معینؒ ابوخیثمہؒ اور دوسرے مشہور بزرگوں پر ترجیح دیتے ہیں مگر ان کی اتنی شہرت نہ تھی جتنی کہ ان کے امتحان کے بعد ہوئی۔ مولانا محمد علی مرحوم کیا ہی خوب فرماتے ہیں۔

عشق مجنوں کے لیے ناقۂ لیلیٰ کے سوا
شرط یہ بھی ہے کہ وادیٔ پرخار بھی ہو

حضرت امام ابن حنبلؒ کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً کثیرۃً

ضمیمہ
تشیع کا اجمالی نقشہ

چونکہ اس کتاب میں شیعہ کا بھی ذکر ہے اور عامۃ المسلمین شیعہ کے عقائد و افعال سے واقف نہیں ہیں اس لیے افادہ کے لیے تھوڑی سی بحث اس کی بھی یہاں کی جاتی ہے،

مذہب کی صداقت کی نشانی

مذہب کی صداقت اور روحانیت مذہب کے بانی اور اصول مذہب کی صحت و حقانیت اور خلوص اور للّٰہیت پر مبنی ہوتی ہے اگر مذہب کا پیش کرنے والا صادق مصدوق اور اخلاقی کیرکٹر میں اتنے بلند پایہ کا ہو کہ دنیا اس کے مقابلہ و برابری سے عاجز ہو جائے۔ اور اصول مذہب وہ ہوں کہ جس کو بھی عقل سلیم حاصل ہو تو اس کو ایک اصل پر بھی جائے انگشت نہاون نہ ملے تو وہ مذہب مقبول و قابل اخذ ہو گا۔ اور اگر مذہب کے بانی ایسے ہوں جیسے روافض کو ملے ہیں اور اصول وہ ہوں جو ان کو میسّر ہوئے ہیں تو وہ کسی بھی صاحب عقل و سلیم الطبع کے نزدیک بھی قابل اخذ نہیں بانی کون ہے اور اصول مذہب کیا ہیں ہم اجمالی مگر کار آمد اور مسلّم (عقلاً و نقلاً) چند حوالے پیش کرتے ہیں غور سے سنیں۔

اس مذہب کا بانی ایک یہودی تھا

عبداللہ بن وہب بن سبا اس کا نام تھا قالہ المقریزیؒ فی الخطط والآثار (المتوفی ۸۴۵ھ) شیعہ کی مشہور کتاب رجال کشی (جس پر ان کے اسماء الرجال کی دارومدار

ہے) صلا میں ہے۔

ذکر بعض اھل العلم ان عبد اللہ بن سبا کان یھودیا فاسلم و والی علیًّا علیہ السلام وکان یقول و ھو علی یھودیتہ فی یوشع بن نون وصی موسی بالغلو فقال فی اسلامہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علّی علیہ السلام مثل ذالک وکان اول من اشھر القول بفرض امامۃ علیؓ واظھر البرأۃ من اعدائہ وکاشف مخالفیہ و اکفرھم فمن ھھنا قال من خالف الشیعۃ ان اصل التشیع ماخوذ من الیھودیۃ انتہی۔

بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا پہلے یہودی تھا پھر اسلام لایا اور حضرت علیؓ سے محبت کا دعویٰ کیا اور وہ اپنے زمانہ یہودیت میں حضرت یوشع بن نون وصی حضرت موسیٰ علیہما السلام کے بارے میں بھی بہت غلو (زیادتی) کرتا تھا اور اس نے اسلام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کی امامت کو فرض کہا ہے اور جو (اس کے گمان میں) حضرت علیؓ کے مخالف تھے اس نے ان پر تبرا کیا۔ اور مخالفوں کو کھلا ظاہر کرتا رہا۔ اور کافر بتاتا گیا۔ پس اسی وجہ سے جو لوگ مذہب شیعہ کے خلاف ہیں کہتے ہیں کہ تشیع کی بنیاد یہودیت پر ہے۔

یہاں گو مذہب شیعہ کا یہودیت سے ماخوذ ہونا مخالفین کا قول قرار دیا گیا ہے مگر ابن سبا کا بانیِ مذہب ہونا اور امامتِ حضرت علیؓ کا ضروری قرار دینا اور مخالفین پر تبرا کرنا اور ان کو کافر و مرتد قرار دینا (جو شیعہ مذہب کی سنگ بنیاد ہے) اور ان سب اشیاء کو عبداللہ بن سبا۔ کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ عبارت مخطوطہ سے ظاہر ہے تسلیم کیا گیا ہے جو اس پر شاہد عدل ہے کہ یہی عبداللہ بن سبا۔ بانیانِ مذہب شیعہ کا ایک رکن ہے اس کو وہ مخالفین کی طرف منسوب کر کے جان بچانا چاہتے تھے مگر خود پھنس گئے۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں ۔ لو خود ہی اپنے دام میں صیاد آگیا

ہم اس پر اس مختصر رسالہ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھنا چاہتے بس یہی بتلانا چاہتے ہیں کہ مذہب شیعہ کے بانیوں میں سے ایک یہ عبداللہ بن سبا (درپردہ یہودی) تھا اور ظاہراً اسلام قبول کر کے دین اسلام کی تخریب کی جو نذر و منت اس نے مانی تھی ایک حد تک اس میں وہ کامیاب ہوگیا اور اسی ابن سبا کے تعلیمی اصول پر دین واحد میں تقریباً اسی ۸۰ فرقے نمودار ہوئے۔ غلاۃ، کیسانیہ۔ زیدیہ تفضیلیہ۔ امامیہ۔ معتزلہ، جہمیہ کرامیہ۔ وغیرہ تمام اسی تالاب کی چھوٹی بڑی نالیاں ہیں (راجع کتاب الخطط والآثار للمقریزیؒ و تاریخ طبریؒ المتوفی سنہ ۳۱۰ھ) والملل والنحل للعلامۃ عبدالکریم شہرستانیؒ (المتوفی ۵۴۸ھ) ذکر فرقۃ سبائیہ والتفصیل لا یسعہ ہذا المقام۔

حضرات صحابہ کرامؓ سے عداوت

ہم مختصر سی تمہید پیش کرتے ہیں تاکہ مطلب سمجھ لینا آسان ہوجائے۔

۱۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جا رہے تھے تو قریش مکہ نے اعلان کیا کہ جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کو قتل یا گرفتار کر کے لائے گا تو اس کو سو اونٹ بطور انعام دیے جائیں گے۔ حضرت سراقہؓ بن مالک دبن جشعم بن عمرو بن تیم بن مدلج بن عبد مناۃ بن علی بن کنانہ مدلجی کنانی المتوفی ۲۴ھ) نے جب کہ مسلمان نہ ہوئے تھے ان بزرگ شخصیتوں کا تعاقب کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبرؓ کو جب دیکھا تو ارادہ بد (قتل کا) مضبوط کر لیا اور قتل کرنا چاہا مگر متعدد بار اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور کامیاب نہ ہوا یہ مفصل واقعہ صحیح بخاری جلد ۱ ص۵۵۴ میں مذکور ہے۔ ہمارا مقصد تاریخ کے اس ٹکڑے سے ہے جس کو حافظ المغرب یوسفؒ بن عبداللہؒ المعروف بابن عبدالبرؒ المالکیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) نے کتاب الاستیعاب مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۵۸۱ میں اور حافظ عزالدینؒ علیؒ بن محمدؒ بن اثیرؒ (المتوفی ۶۳۰ھ)

نے اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۳ ص ۶۹ میں نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت حضرت سراقہ رض بن مالک سے فرمایا۔

کیف اذا لبست سواری کسریٰ الخ — یعنی کیا ہی مبارک ہوگا وہ وقت جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے

(یہ حضور کی پیشن گوئی تھی جو کہ باذنِ الٰہی ان کو سونے کے کنگن پہننے کی اجازت دی گئی تھی قرآن میں ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ط کہ آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے جو کچھ کہتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت جس کو بھی کسی حکم سے مستثنیٰ فرمائیں اس میں کیا کلام ہے اور نہ اس سے مختارِ کل ہونا لازم آتا ہے۔ فافہم) عجیب تماشا ہے کہ جس ذات کو اپنے خاندانی لوگوں نے وطن مالوف ترک کر دینے پر مجبور کر دیا تھا کھانے کے لیے پیٹ بھر کر نانِ جویں بھی میسر نہیں تھی رہنے کے لیے مکلف بنگلہ تو کیا عمدہ مکان بھی حاصل نہیں تھا آرام کرنے کے لیے کوئی نرم و گرم بستر ابھی دستیاب نہیں تھا مگر اس بزرگ ہستی نے باذنِ الٰہی کسریٰ کی حکومت کے کنگنوں کا وعدہ حضرت سراقہ رض بن مالک سے کیا۔

بستر اخاک کا دو پارچے کمبل کی کلاہ — تاج خسرو ہے یہی تخت سلیماں ہے یہی

اور یہ وعدہ حضرت عمر رض کے سنہری زمانۂ خلافت میں پورا ہوا اور مسجد نبوی میں حضرت سراقہ رض بن مالک کو کسریٰ کے کنگن پہنائے گئے اور دیکھنے والوں نے عالم کی نیرنگی کا تماشا دیکھا۔

کیف اذا لبست الخ میں جو حکمت سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ اے سراقہ رض آج تو تم خدا تعالیٰ کے سچے پیغمبر کو دنیا کی لالچ کے لیے قتل یا گرفتار کرنا چاہتے ہو مگر وہ وقت کیا ہی مبارک ہوگا جب تم مسلمان ہو گے اور تمہارے لیے خدا تعالیٰ و رسولِ برحق کی رضا، دنیا و مافیہا سے بہتر ہو گی تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے اور تمہیں

یہ انعام خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی فرمانبرداری میں حاصل ہو گا۔ دین بھی بوجہ اتم حاصل ہوگا اور دنیا بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے گی۔ ہجرت کے اس واقعہ میں حضرت ابوبکرؓ کا آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلّم کے ساتھ ہتھیلی پر جان رکھ کر سفر کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے لہذا ایسی بزرگ شخصیت سے عداوت رکھنا اور اُن کی خلافت کو تسلیم نہ کرنا سراسر اسلام دشمنی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عداوت کے مترادف ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ اور پھر حضرت عمرؓ کی ذات گرامی سے بغض وکینہ اور ان کی خلافت حقہ کا انکار جن کے دور خلافت میں کسریٰ کے خزانے مسجد نبوی میں پہنچے اور آپ کی پیش گوئی پوری ہوئی اسلام کی کون سی خدمت ہے؟

۲۔ شیعہ اکثر حضرات صحابہ کرامؓ کو کافر اور مرتد کہتے ہیں کہ بغیر ان تین چار حضرات کے سب مرتد ہو چکے تھے (احتجاج طبرسی ص۴۸) معاذ اللہ تعالیٰ۔

مامن الامۃ احد بایع مکرھا غیر علیؓ واربعتنا۔

امت میں سے کسی نے حضرت علیؓ اور ہمارے چار آدمیوں کے سوا حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بکراہت بیعت نہ کی

(یعنی سب نے اختیار سے بیعت کی بغیر ان پانچ حضرات کے شیعہ کے خیال میں)

حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۴۳ میں ہے۔

بہ سند حسن از امام باقرؒ روایت کردہ است کہ صحابہؓ بعد از حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مرتد شدند مگر سہ نفر سلمان والوذر و مقداد الخ

حسن سند کے ساتھ حضرت امام باقرؒ سے روایت ہے کہ جملہ حضرات صحابہؓ حضور کی وفات کے بعد مرتد ہو چکے تھے (العیاذ باللہ تعالیٰ) مگر تین آدمی، حضرت سلمانؓ۔ حضرت ابوذرؓ۔ اور حضرت مقدادؓ۔

کتاب الاختصاص میں نیز روضۂ کافی ص۱۱۵ ورجال کشی ص۸ واحتجاج طبرسی طبع ایران ص۴۸ میں ہے۔

عن ابی جعفرؒ قال کان الناس اھل ردۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ثلاثۃ مقدادؓ وابوذرؓ وسلمانؓ۔

امام ابوجعفرؒ فرماتے ہیں کہ لوگ (یعنی حضرات صحابہؓ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہوگئے تھے مگر تین، حضرت مقدادؓ، حضرت ابوذرؓ اور حضرت سلمانؓ۔

کتاب الاختصاص میں ہے

سمعت اباعبداللہ علیہ السلام یقول ان النبی صلی اللہ علیہ لما قبض ارتد الناس علی اعقابھم کفارا الا ثلاثۃ سلمان والبوذر وعمار۔

(عمرو بن ثابت کہتے ہیں) کہ میں نے امام جعفر صادقؒ سے سنا ہے جو کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد سب لوگ یعنی (یعنی حضرات صحابہؓ) مرتد ہوگئے تھے مگر تین مسلمان رہے حضرت ابوذرؓ حضرت سلمانؓ۔ اور حضرت عمارؓ۔

غور کیجیے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی تھے (مجمع بحار الانوار ص ۵۶۴ مگر ان کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیئس سالہ تعلیم کا نتیجہ خیر الامم سے یہ ہوا کہ وفات کے بعد معاً سب مرتد ہوگئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحابی جو پہلے جادوگر تھے اور پھر مسلمان ہوگئے۔ فرعون کے اشد عذاب سولی وغیرہ کی دھمکی سن کر بھی یہ کہیں فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ۔ اے فرعون اے نابکار فرعون تجھ سے جو بھی فیصلہ ہوسکتا ہے کر ہم دین حق کو نہیں چھوڑ سکتے حالانکہ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت کا بہت تھوڑا زمانہ نصیب ہوا تھا اور یہ بھی مسلم ہے (قواعد شرعیہ کی رُو سے) کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت خیر الامم ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مفضول امت تکالیف کو دیکھ کر اور سُن کر بھی مرتد نہ ہوئی اور خیر الامم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تیئس سال رہ کر پھر بھی مرتد ہوگئی حالانکہ ان کو کوئی بھی تکلیف درپیش نہ ہوئی تو کیا یہ براہِ

راست شانِ نبوت پر حملہ نہیں کہ نعوذ باللہ اتنے عرصہ تک دن کو رات کو سفر میں حضر میں مسجد میں میدان جنگ میں آپ تعلیم دیتے رہے لیکن جب حضور دنیا سے تشریف لے گئے تو یہ معاً مرتد ہو گئے۔ اسی لیے گاڈ فری ہیگنس عیسائی مورخ نے اپنی کتاب اپالوجی (ترجمہ اردو ص ۶۶، ۶۷) میں ان کے متعلق نہایت سچ لکھا۔ عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مسائل نے وہ درجہ نشہ دینی کا آپ کے پیروؤں میں پیدا کیا جس کو عیسیٰ (علیہ السلام) کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے جب عیسیٰ کو سولی پہ لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے ان کا نشہ دینی جاتا رہا۔ اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چلدیئے برعکس اس کے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر دشمنوں پر آپ کو غالب کیا۔

۳۔ شیعہ دیگر حضرات صحابہ کرامؓ پر عموماً اور حضرت عمرؓ پر خصوصاً زیادہ طعن کرتے ہیں آپ ضرور اس بات کا لحاظ کریں کہ جب بھی ان کی کوئی مجلس ہوتی ہے تو اس میں دیگر صحابہ کرامؓ سے زیادہ تبرّا وہ حضرت عمر فاروقؓ پر کرتے ہیں بلکہ بہت سے ناجائز قصے وضع کر کے ان کے ذمہ لگاتے ہیں بعض مندرجہ ذیل ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے پیٹ پہ لات ماری اور حمل گرایا اور حضرت علیؓ کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر لے گئے (اور بزور ان سے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرائی) جلاء العیون جلد ا ص ۱۵۲ یہ شیعہ کی مشہور و معروف کتاب ہے۔

افسوس کہ یہاں حضرت علیؓ کی بہادری۔ جس کو درۂ خیبر اکھاڑا کس نے۔ اور علی مشکل کشا وغیرہ الفاظ سے وہ یاد کرتے ہیں وہ کہاں گئی؟ غور فرمایئے کہ اس جعلی رام کہانی اور حضرت علیؓ کی شجاعت و بہادری کا کیا جوڑ ہے؟

فائدہ:۔ اور جس روایت میں ہے کہ خیبر کا دروازہ جس کو ستر آدمی بھی نہیں اکھیڑ

سکتے تھے حضرت علیؓ نے اکھاڑ دیا تھا۔ اس کی سند باطل ہے (راجع میزان الاعتدال ص۱۴۲ جلد ا و جلد ۲ ص۲۱۸ و تقریب ص۴۹)۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ کا گھر جلایا۔ راجع کتاب المرتضی ص۷۵ و حد التحقیق ص۲۳۲ و ملل و نحل جلد ا ص۲۵ وغیرہ من الکتب۔

۳۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک تازیانہ (کوڑا) مارا حضرت فاطمہؓ کو جس سے ان کو اشد صدمہ ہوا۔

۴۔ فدک و خلافت صدیقؓ وغیرہ میں حضرت عمرؓ ہی کا ہاتھ تھا وغیرہ ذالک من الواقعات والخرافات الواہیات۔

۵۔ اسی لیے ان میں سے غالی قسم کے لوگ آٹے کا عمرؓ بنا کر شہد سے بھرتے ہیں اور تلوار مار کر کہتے ہیں کہ ہم نے عمرؓ کو قتل کیا اور شہد پی کر کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمرؓ کا خون پیا (استفدتہ من بعض المحققین)

۶۔ حضرت عمرؓ پر اور حضرت ازواج مطہراتؓ پر اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ پر وہ سب سے زیادہ تبرا کرتے ہیں دیکھئے ان کی مشہور کتاب تحفۃ العوام جلد ا ص۲۰ جب تک حضرت کے تین اصحاب حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ) پر اور دو ازواج پر لعنت و تبرا نہ کہہ لو مصلے سے نہ اٹھو۔ حضرت ازواج مطہراتؓ میں سے دو حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ اور حفصہؓ بنت عمر رضی اللہ تعالی عنہم ہیں۔

اب اس بات پر غور کرنا ہے کہ ان لوگوں کو ان حضرات سے عموما اور حضرت عمرؓ سے خصوصا کیوں دشمنی ہے کیا وجہ ہے کیا علت و سبب ہے حضرت عمرؓ کی خلافت کے اخیر ۲۳ھ تک مسلمانوں نے چھتیس ہزار شہر و قلعے فتح کئے گویا ایک دن میں نو شہر یا قلعے اپنے قبضہ میں کرتے رہے چار ہزار بتخانوں اور ہیکلوں کو مسجد بنایا حضرت عمرؓ کے مقبوضہ ممالک کا رقبہ بائیس لاکھ مربع میل تھا (راجع ہامش

تذکرہ علامہ مشرقی جلد ا ص۶۹) ان ممالک میں خصوصیت سے عراق وایران شامل تھے شام اور مصر وغیرہ بھی انہی مفتوحہ ممالک میں تھے۔ ایران جو کہ مجوسیوں کا ملک تھا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوا اور کسریٰ کے خزانے مسجد نبوی میں آکر تقسیم ہوئے حضرت سراقہؓ بن مالک کو کسریٰ کے خزانے پہنا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری کی گئی جب یہ لوگ ایرانی (مجوسی) گرفتار ہوئے اور اپنی سلطنت کے پرزے پرزے ہوتے دیکھے تو جس آگ کی وہ پوجا کرتے اب وہ ان کے دلوں میں بھڑک اٹھی اور ان میں سے بعض مکار بظاہر اسلام میں داخل ہو گئے اور انہوں نے نام کی محبت اہل بیت سے ظاہر کی اور اس پردہ میں وہ ایرانیت کی اصل الاصول مجوسیت کی رُوح کا احیاء کرتے رہے حضرت عمرؓ سے اس لیے زیادہ دشمنی کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج بھی سب سے زیادہ شیعہ ایران اور عراق میں موجود ہیں کیونکہ انہوں نے ان کے ایران کو اسلامی ملک بنایا تھا ان کو گرفتار کر کے غلام بنایا ان کی صدیوں سے جو حکومت پختہ و مضبوط تھی۔ اس کا یک لخت تختہ الٹ دیا ان کی عزت ذلت سے بدل گئی ان کی شہر بانو کسریٰ کی لڑکی (لونڈی بن کر آئی) ان کے خزانے اور تخت و تاج ان کے سامنے حضرات صحابہؓ میں تقسیم ہوئے۔ یہ سب کچھ دیکھتے رہے گڑ میں زہر ملایا۔ اہل بیت کی دریراہ نام محبت میں لوگوں کو دھوکہ دیکر اسلام پر کاری ضرب لگاتے رہے نہ اسلام سے محبت نہ اہل بیت سے ان کی محبت بس کفر سے مجوسیت سے اور اسلام مٹانے سے تھی اور ہے اہل بیت سے محبت کا مظاہرہ کر لیں۔ احتجاج طبرسی ص۵۹ میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے خاوند حضرت علیؓ سے یوں خطاب کیا۔

یاابن ابی طالب اشتملت شملة الجنین وقعدت حجرة الظنین۔

یا ابن ابی طالب مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائبان در خانہ گریختہ (حق الیقین ص۲۲۳ مجلسی شیعہ)

کہ اے ابوطالب کے بیٹے بچہ کی طرح (ماں کے رحم میں) چھپکر بیٹھا ہے۔ اور تہمت زدہ کی طرح خانہ نشین ہوگیا۔ کیا نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت فاطمہؓ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والسلام سے یہی تعلیم حاصل کی تھی کہ اپنے خاوند کو خصوصاً امام برحق کو یہ سب کچھ کہنا جائز ہے اگر یہی ہے اہل بیت کی محبت تو واقعی ہم اس سے بیزار ہیں ؏ گر ولی ایں ہست لعنت بر ولی۔ اگر کسی مکان کی نیو اور بنیاد کچی ہو تو مکان کی عمارت کبھی پکی ثابت نہیں ہو سکتی اور امت تک جو احکام و عقائد قرآن کریم اور احادیث پہنچیں وہ حضرات صحابہؓ اور حضرات ازواج مطہراتؓ کے ذریعہ سے ہی پہنچیں جب قرآن کریم جمع کرنے والے کافر اور مرتد ہیں اور جن سے احادیث منقول ہیں وہ کافر و مرتد ہیں تو جس دین کی بنیاد ہی خراب ہو وہ دین نہ ہوا بچوں کا کھیل ہوا اور جس دین کے بانی اور ارکان عبداللہ بن سبا اور ایرانی مجوسی ہوں اور عقائد متعہ۔ بدا۔ و تکفیر صحابہؓ ہو تو وہ بعینہ اس شعر کے مصداق ہیں ؎

گر بہ میر و سگ وزیر و موش را دیواں کنند
ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

دین میں جتنی خرابیاں پیدا ہوئیں ان کے بانی یہی لوگ ہیں ہم چند تاریخی شواہد پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ کتاب الفرق فی الفرق (للامام عبدالقاہر بغدادی الشافعیؒ المتوفی ۴۲۹ھ) ص ۱۰۱ میں ہے۔

وما ظهرت البدع والضلالات الا من ابناء السبايا كما روى فى الخبر الخ	دین کے اندر بدعتیں اور گمراہیاں نہیں پھیلیں مگر قیدیوں کی اولاد سے (یعنی ایرانی وغیرہ جو قید ہو کر آئے) جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

۲۔ تاریخ خطیب (علامہ بغدادیؒ المتوفی ۴۶۳ھ) جلد ۴ ص ۳۰۸ میں ہے۔

ولما جاء الرشيد بشاكر رأس	خلیفہ رشید کے سامنے بڑا زندیق شاکر نامی (رافضی)

الزنادقة ليضرب عنقه قال اخبرني لم تعلمون المتعلم منكم اوّل ماتعلمونه الرفض والقدر قال اماقولنا بالرفض فانا نريد به الطعن على الناقلة (اى الصحابةؓ) فاذا ابطلت الناقلة اوشك ان نبطل المنقول (اى الدين) الخ

پیش کیا گیا تاکہ اس کو قتل کیا جائے تو رشید نے پوچھا یہ تو بتلاؤ کہ تم سب سے پہلے شیعہ مذہب اور تقدیر کا انکار لوگوں کو کیوں سکھلاتے ہو۔ شاکر نے جواب دیا کہ ہم جو شیعہ مذہب جس میں حضرات صحابہؓ کی تکفیر ہے اسکھاتے ہیں تو اس لیے کہ ہمارا مدّعا ناقلین مذہب حضرات صحابہؓ پر طعن کرنا ہے ناقلین مذہب کو اکافر ومرتد بنا کر باطل کردیں گے تو جو دین ان سے منقول ہے وہ خود بخود باطل ہو جائیگا

دیکھئے کتنی وضاحت سے شاکر زندیق نے اقرار کیا کہ ہم مذہب اسلام کو باطل کرنا چاہتے ہیں اوراس کی واحد صورت یہی ہے کہ ہم حضرات صحابہ کرامؓ کو کافر ومرتد کہیں۔ ہم اس پر چند حوالے اور پیش کر دیتے ہیں جن کا مطلب یہی ہے گو الفاظ یہ نہیں

۳۔ اصابہ فی تذکرۃ الصحابہؓ ص۱ لابن حجر عسقلانیؒ۔

۴۔ الیواقیت والجواہر ص۲۲۶ لعبدالوہاب شعرانیؒ المتوفی ۹۷۳ھ۔

۵۔ کتاب المعتمد باب سوم فصل چہارم فضل اللہ تورپشتیؒ معاصر شیخ سعدیؒ۔ (شیخ سعدیؒ متوفی ۶۹۰ھ)

فائدہ:۔ یہ مذکور وجہ اصل علت ہے مگر بعد کے بعض جاہل یہ سمجھے کہ ان کو اہل بیت سے واقعی محبت ہے اور وہ اس کو نیک نیتی سے اسلام سمجھ کر پھنس گئے۔ فشتان مابینہما۔ فتامل۔

حضرات صحابہ کرامؓ سے عداوت کے فتنۂ عجمی اور ایرانی ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ کو جس آدمی نے شہید کیا ہے وہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کا ایک مجوسی غلام تھا جس کا نام فیروز اور کنیت ابولؤلؤ تھی۔ راجع کتب التاریخ۔

اکمال فی اسماء الرجال ص۶۰۲ وغیرہ اور حضرت عمرؓ کی شہادت ہرمزان کی دسیسہ کاری کا نتیجہ ہے جو تستر کا بادشاہ تھا گرفتار کر کے مدینہ طیبہ لایا گیا زبان سے منافقانہ کلمہ پڑھا مگر دل میں کفر تھا (ملاحظہ ہو فیض الباری ص۴۷۳ ج۳)

اور حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے والا اسود تجیبی مصری تھا وھوالہ صح راجع اکمال ص۶۰۲ وغیرہ ۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے دشمنی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ بنایا جن کی وجہ سے اسلام خوب پھیلا اور پھولا۔

شیعہ سے ایک سوال۔

حضرت شہر بانو بنت کسریٰ حضرت عمرؓ کی خلافت میں لونڈی بنا کر مدینہ میں لائی جاتی ہے اور اس کا نکاح حضرت حسینؓ بن علیؓ سے ہوتا ہے ان سے بڑے بڑے امام پیدا ہوتے ہیں خصوصاً حضرت امام زین العابدینؒ اصول کافی کتاب الحجۃ ص۲۹۶ باب مولد علیؓ بن الحسینؓ (ومع شرحہ الصافی کتاب الحجہ جزء سوم حصہ ۲ ص۲۰۴ و ص۲۰۵) میں ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما اقدمت بنت یزد جرد علی عمر الی ان قال فقال لہ امیر المومنین علیہ السلام لیس ذالک خیرھا رجلا من المسلمین وَاَحْسِبْھَا بِفَیْئِہٖ فخیرھا فجاءت حتیّٰ وضعت یدھا علی رأس الحسین علیہ السلام فقال امیر المومنین علیہ السلام ما اسمک فقالت جھان شاہ

حضرت امام جعفرؒ فرماتے ہیں کہ جب (غنیمت میں) نوشیرواں یزدجرد کی بیٹی بھی حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوئی (پھر آگے فرمایا) تو حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ نے کہا آپ کو حکم صادر کرنے کی ضرورت نہیں آپ اس لڑکی کو اجازت دیں کہ مسلمانوں میں سے جس کو بھی پسند کرے اس لونڈی کو اس مسلمان کی غنیمت کا حصہ شمار کریں (یعنی اس کو اس کی غنیمت کا حصہ سمجھ لیں) پس اس کو اختیار دیا گیا سو اس نے اٹھ کر حضرت حسینؓ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا حضرت علیؓ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے کہنے لگی جہان شاہ حضرت علیؓ نے فرمایا بلکہ تمہارا

فقال لها امیر المومنین بل شهر بانو ثم قال للحسینؓ یا ابا عبد اللہ لیلدن لك منها خیر اهل الارض فولدت علی بن الحسین الخ۔

نام شہر بانو ہے اور پھر حضرت حسینؓ سے فرمایا کہ تمہارے ہاں اس لڑکی کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو دنیا میں سب سے بہتر ہوگا آخر کار حضرت علی بن حسینؓ ملقب بزین العابدینؓ پیدا ہوئے۔ فائدہ یہ ائمہ اثنا عشر میں سے چوتھے نمبر کے امام ہیں۔ (المتوفی ۹۵ھ)

اگر حضرت عمرؓ کی خلافت غاصبانہ تھی اور وہ مرتد تھے معاذ اللہ تعالیٰ تو یہ غنیمت جو مرتد کے ہاتھ سے تقسیم ہوئی لازمی نتیجہ ہے کہ حرام ہوگی تو یہ شہر بانو بھی مالِ حرام سے ہوگی۔ تو جو امام اس حرام لونڈی سے پیدا ہوئے تو وہ امام کیسے بن گئے۔ کیا یہی ہے محبت اہل بیت کی۔ بینوا توجروا۔

غیر مسلم کی شہادت

ہم اس مقام پر اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن موہن داس کرم چند گاندھی المولود ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۹ء کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ جب ۱۹۳۷ء میں آٹھ صوبوں کا نظم و نسق کانگرس کے ہاتھوں میں آگیا تو گاندھی جی کو ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنے وزراء کے لیے بہترین حکومت کا نمونہ پیش کریں تو انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو بطور نمونہ پیش کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ دنیا بھر کی دولت ان کے پاؤں پر تصدق ہونے کو تیار تھی لیکن انہوں نے قناعت، پرہیزگاری اور سادہ زندگی بسر کرنے کو ترجیح دی ان کی پرہیزگارانہ زندگی کی مثال تاریخ کے اوراق میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتی وہ موٹے کپڑے پہنتے اور سادہ خوراک کھاتے تھے

(ہریجن ۱۷ جولائی ۱۹۳۷ء)

یہ شہادت کوئی معمولی شہادت نہیں کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک تو دنیا کے

تقریباً چھ سات ہزار سال ہی گذرے ہیں مگر ہندوؤں کے نزدیک چار دَور مشہور ہیں۔ تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۳۔

۱۔ ست جگ یہ دور سترہ۱۷ لاکھ اٹھائیس ہزار سال کا ہے عمر طبعی ایک لاکھ برس۔

۲۔ ترتا جگ یہ دَور بارہ لاکھ چھیانوے ہزار برس کا ہے عمر طبعی دس ہزار برس۔

۳۔ دواپر جگ یہ آٹھ لاکھ چوسٹھ ہزار برس کا ہے عمر طبعی ہزار سال۔ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام بقول ان کے اسی دور میں تھے۔

۴۔ کلجگ، چار لاکھ بتیس ۳۲ ہزار سال کا ہے عمر طبعی سو سال

پہلے تین دور تو یقیناً گذر چکے ہیں جن کا مجموعہ ۳۸ لاکھ ۸۸ ہزار سال ہوتا ہے۔ چوتھے دور کا بھی کچھ حصہ گذر چکا ہے مگر ہم پہلے ہی تین دَور لے لیتے ہیں تو ان ۳۸ لاکھ ۸۸ ہزار سال کے اندر گاندھی جی کو جب کہ وہ رومیوں کی تاریخ سے واقف ہیں عمالقہ کی تاریخ سے آگاہ ہیں یونانیوں کی ہسٹری جانتے ہیں جاپان چین اور انگلستان کے واقعات سے واقف ہیں اپنی ہندوؤں کی تاریخ سے بھی واقف ہیں نہ ان کو رام چندر جی نظر آتے ہیں کہ ان کی حکومت کا نمونہ پیش کریں نہ کرشن جی نہ بیاس جی نہ دوسرے راجے اور مہاراجے۔ اور دعوے سے کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کی عادلانہ اور سادہ حکومت کی مثال تاریخ کے اوراق میں چراغ لے کر ڈھونڈھنے سے بھی نہیں مل سکتی یہ نہیں کہتے مل نہیں سکی بلکہ یوں کہتے ہیں مل نہیں سکتی ؎

وملیحۃ شھدت بھا ضراتھا

الفضل ما شھدت بہ الاعداء

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

ہم ان کی وفات کا مختصر سا تذکرہ کرتے ہیں جو کامل مبردؒ المتوفی ۲۸۵ھ مصری جلد ۳ ص ۱۱۳ اور محاضرات (جلد ۲ ص ۱۲۲ ونبذۃ منہ فی جلد ۲ ص ۱۹۳) لشیخ محمد الخضریؒ

(المتوفی ۱۳۵۵ھ) وغیرہ میں موجود ہے کہ عبدالرحمان بن ملجم خارجی اور حجاج بن عبداللہ الصریمی المعروف بابرک اور زاذویہ مولی بنی عمر بن تمیم تینوں نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے ہر ایک ان تین بزرگوں میں سے ایک ایک کو قتل کرے گا۔ عبدالرحمن بن ملجم حضرت علیؓ کو جو کہ کوفہ میں تھے حجاج بن عبداللہ حضرت امیر معاویہؓ کو جو دمشق میں تھے اور زاذویہ حضرت عمروؓ بن العاص کو جو مصر میں تھے۔ اور ان کے قتل کی ایک رات مقرر کی تاکہ سب پہ ایک ہی رات میں حملہ کیا جائے حجاج بن عبداللہ بھی ناکام رہا زاذویہ نے مصر کی مسجد میں صبح کے وقت ایک شخص خارجہ نامی پر یہ سمجھ کر کہ یہ حضرت عمروؓ بن العاص ہیں حملہ کر دیا جب اسے معلوم ہوا تو اس نے کہا اردت عمروا واراد اللہ خارجۃ میرا ارادہ تو عمرو بن العاص کو مارنے کا تھا مگر خدا تعالیٰ نے خارجہ کے متعلق ارادہ کیا (یہ اب مشہور ضرب المثل ہے جب انسان کرنا کچھ چاہتا تھا اور ہو کچھ جائے تو کہتے ہیں اردت عمروا الخ راجع تاریخ ابن خلکان لقاضی شمس الدین احمد بن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ) عبدالرحمان بن ملجم نے حضرت علیؓ کو صبح کے وقت زخمی کر دیا یہ واقعہ ۱۸ رمضان جمعہ کے دن ۴۰ھ کا ہے اور ۲۱ رمضان بروز اتوار وہ انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ حضریؒ فرماتے ہیں (جلد ۲ ص ۱۲۲ محاضرات)

ودفن بالكوفة التي كانت حاضرة خلافته — اور وہ کوفہ میں دفن کئے گئے جہاں ان کا دار الخلافہ تھا۔

کل مدت خلافت ۴ سال اور کچھ دن کم نو مہینے ہے اور کل عمر ۶۳ سال یا ۶۵ سال یا ۷۰ سال یا ۷۵ (اکمال ص ۶۰۳) والاول هو الاصح۔

حضرت امام حسینؓ بن علیؓ کی شہادت

محاضرات جلد ۲ ص ۱۹۷ میں ہے کہ

حضرت امام حسینؓ ۱۰ محرم ۶۱ھ کو شہید کئے گئے اور ان کے ساتھ اس وقت

فقط اسی آدمی تھے اور جو ان میں سے شہید کئے گئے ان کی تعداد بہتر ۷۲ تھی۔ اور ان کے مقابلہ میں ابن سعد کی فوج سے اٹھاسی ۸۸ آدمی مارے گئے رہا یہ معاملہ کہ قاتلین حضرت امام حسین رضی کون لوگ تھے؟ تو یہ ہماری بحث سے خارج ہے دل تو چاہتا ہے کہ قلم کو نہ روکا جائے کیونکہ

عشق ہم راہ لعنت و ہم خود منزل است — راہروان راخستگی راہ نیست

مگر صرف چند اشارات پر اکتفار کی جاتی ہے۔ بقول شاعر

کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی — لاؤ تو قتل نامہ ذرا میں بھی دیکھ لوں

قاتلین حضرت حسین رضی کون لوگ ہیں؟ کیا حضرت امیر معاویہ رضی ہیں ہرگز نہیں جلاء العیون ص۴۲۲ میں ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی نے یزید کو حضرت امام حسین رضی کے متعلق خاص وصیت کی اور کہا کہ مجھے یقین ہے کہ اہل عراق (کوفی) حضرت حسین رضی کو اپنی طرف بلائیں گے اور ان کی یاری ونصرت نہ کریں گے بلکہ یکہ وتنہا چھوڑ دیں گے۔ اے یزید اس وقت تو اگر ان پر فتح پاوے تو ان کے حق حرمت کو نگاہ رکھنا اور ان کی قدر ومنزلت اور قرابت کا جو ان کو حضرت رسالتماب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے مواخذہ نہ کرنا اور اتنے عرصہ میں میں نے جو روابط مستحکم کئے ہیں ان کو قطع نہ کر بیٹھنا اور ہرگز کسی قسم کا صدمہ ان کو نہ پہنچنے دینا۔ انتہی۔

اور ناسخ التاریخ جلد ۶ ص۱۱۱ میں ہے اے بیٹے خبردار جب قیامت میں حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو ایسا نہ ہو کہ حسین رضی بن علی رضی کا خون تمہارے گلے میں ہو الخ اور ناسخ التاریخ جلد ۶ ص۸۰ میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی نے فرمایا میں حسین رضی کو کس طرح عیب لگاؤں کہ میں ان میں کوئی عیب نہیں پاتا الخ۔ یہ تین حوالے شیعہ حضرات کی مشہور کتب سے نقل کئے گئے ہیں کہ امیر معاویہ رضی نہ قاتل نہ زمانہ قتل میں موجود نہ راضی۔ وہو المطلوب۔

کیا یزید یا یزید کے ایما سے حضرت امام حسین رضی شہید ہوئے اس کے متعلق بھی چند

حوالے ملاحظہ کر لیں۔

۱۔ جب زحیر بن قیس نے شہادت امام حسینؓ کی خبر یزید کو سنائی تو ناسخ التاریخ صـ ۲۶۹ میں ہے کہ۔

یزید لختے سر فرو داشت و سخن نکرد پس سر برآورد و گفت قد کنت ارضی من طاعتکم بدون قتل الحسین ما لو کنت صاحبہ لعفوت عنہ

یزید نے لمحہ بھر سر نیچے کر لیا اور اتنا حیران ہوا کہ بات تک نہ کی پھر سر اٹھا کر کہا کہ میں بغیر قتل حسینؓ کے تمہاری اطاعت پر راضی تھا اگر میں ساتھ ہوتا تو یقیناً معاف کر دیتا اور قتل نہ ہونے دیتا۔

۲۔ جب شمر ذی الجوشن حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک لیکر یزید کے پاس آیا اور کہا کہ

املأ رکابی فضةً وذهبًا　　قتلتُ خیر الخلق اُمًّا وابًا

میری رکاب سونے اور چاندی سے بھر دے میں نے نجیب الطرفین کو قتل کر دیا ہے

تو خلاصۃ المصائب صـ ۳۰۴ میں ہے کہ

فغضب یزید ونظر الیہ شذرا وقال ملأ الله رکابك نارًا۔ ویل لك اذا علمت انہ خیر الخلق فلمَ قتلتہ اخرج من بین یدی لاجائزۃ لك عندی۔

یزید نے غضب کی حالت میں شمر کو دیکھا اور کہا خدا تعالیٰ تیری رکاب کو آگ سے بھرے جب تو جانتا تھا کہ حضرت حسینؓ خیر الخلق ہیں تو تو نے انہیں کیوں قتل کیا جا دفع ہو جا تیرے لیے میرے پاس کچھ انعام نہیں۔

۳۔ جلاء العیون صـ ۵۲۷ میں ہے کہ یزید نے کہا کہ

ابن زیاد لعین در امر او تعجیل کرد و من راضی بکشتن او نبودم۔

ابن زیاد لعین نے حضرت حسینؓ کے معاملہ میں جلدی کی میں ان کے قتل کرنے پر ہرگز راضی نہ تھا۔

۴۔ طراز مذہب مظفری صـ ۴۵۶ میں ہے

خدائے بکشد پسر مرجانہ را کہ حسین را بکشت

خدا تعالیٰ ہلاک کرے ابن مرجانہ (ابن زیاد) کو کہ

ومرا در دوجہاں روسیاہ ساخت — حضرت حسینؓ کو اس نے قتل کر دیا اور مجھے دو جہان میں روسیاہ کر دیا۔

۵۔ جلاء العیون ص ۵۲۷ میں ہے کہ یزید نے اپنی بیوی ہندہ کو کہا: "اے ہندہ بر فرزند رسول خدا و بزرگ قریش نوحہ و زاری کن"۔ اے ہند فرزند رسول (صلی اللہ تعالے علیہ وسلم) اور قریش کے سردار پر نوحہ کر۔

۶۔ خلاصۃ المصائب ص ۳۵۳ میں ہے کہ یزید خلوت و جلوت میں حضرت امام حسینؓ کے لیے بیقرار ہو کر روتا تھا۔

فائدہ:۔ امام حسین پر رونا یزید کی سنت ہے۔ اس سنتِ یزید پر شیعہ قائم ہیں ع

بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

۷۔ یزید نے اہل بیت کو عزت سے سوار کر کے اور بہت سا سامان دے کر رخصت کیا۔ خلاصۃ المصائب ص ۳۹۲۔

پھر کس نے حضرت امام حسینؓ کو دغا دیکر قتل کیا یا کرایا

ربیع الاول ۴۱ھ میں جب بموجب پیشین گوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کی (بخاری ج ۱ ص ۳۷۳ وغیرہ میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ

ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظمتین من المسلمین۔ — بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہوگا اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں (جو ایک حضرت علیؓ کی اور دوسری حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت تھی) صلح کرائے گا۔

تو شیعوں نے کہا۔ ۱۔ جلاء العیون ص ۳۳۶ تم نے ہماری گردنوں کو ذلیل کر دیا۔ اور ہم شیعوں کو بنو امیہ کا غلام بنا دیا الخ۔ ۲۔ شیعہ حضرت امام حسنؓ کو یا مذل المومنین ویا عار المومنین کے

الفاظ سے گستاخانہ خطاب کرتے تھے۔ جلاء العیون ص۳۳۶۔ ۳۔ ایک شیعہ جس کا نام سفیان بن ابی لیلیٰ تھا وہ جب سلام کرتا تو یوں کہتا السلام علیک یا عار المؤمنین۔ السلام علیک یا مذل المؤمنین۔ جلاء العیون ص۳۲۴)

حضرت امام حسینؓ کو شیعۂ کوفہ نے خط لکھا کہ آپ ضرور اس شہر میں تشریف لاکر اس کو منور کریں۔ ہم حضرت کی بیعت کریں گے۔ سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ رفاعہ بن شداد، وحبیب بن مظاہر وغیرہ شیعوں نے خط لکھے۔ (جلاء العیون ص۴۳۰ ناسخ التواریخ جلد ۶ ص۱۳۱ مہیج الاحزان ص۴۷، ۴۸) جب بارہ ہزار خطوط شیعوں نے لکھے تو حضرت امام حسینؓ نے اپنے چچیرے بھائی حضرت مسلم بن عقیلؓ کو نائب بنا کر حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا (جلاء العیون ص۴۳۲) حضرت امام مسلمؒ کے کوفہ پہنچتے ہی اسّی ہزار کوفیوں نے بیعت کی۔ ناسخ التاریخ ص۱۲۳ میں ہے کہ ہشتاد ہزار کس با مسلمؒ بیعت کرد۔ شیعہ نے حضرت امام حسینؓ کو خط لکھا۔ کہ صد ہزار شمشیر برائے نصرت تو مہیا است (مہیج الاحزان ص۵۵) ایک لاکھ تلوار آپ کی حمایت کے لیے تیار ہے۔ حضرت امام مسلمؒ اپنی شہادت سے ۲۷ روز پہلے ان کی کاروائی سے دھوکہ کھا کر امام حسینؓ کو خط لکھتے ہیں کہ آپ بھی آئیں یہ لوگ بڑے ہمدرد ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت امام مسلمؒ کو بھی انہوں نے شہید کیا (ناسخ التاریخ) اب سوال یہ ہے کہ خط لکھنے والے کوئی کون تھے۔ سنی یا شیعہ۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ مجالس المؤمنین ص۲۵ میں قاضی نور اللہ شوستری شیعہ لکھتے ہیں کہ کوفیوں کے شیعہ ہونے کے لیے دلیل کی ضرورت ہی نہیں بلکہ ان کا سنی ہونا محتاج دلیل ہے۔ آگے کہتے ہیں" اگرچہ ابو حنیفہؒ کوفی باشد۔ یعنی اگرچہ حضرت امام ابو حنیفہؒ (وغیرہ) سنّی تھے مگر الشاذ کالمعدوم۔

۲۔ جو خطوط امام حسینؓ کی طرف جاتے تھے ان میں یہ لکھا ہوتا تھا۔ از جانب فلاں

بن فلاں وسائر شیعان الخ (ناسخ التاریخ وغیرہ)۔ ۳۔ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں جب امام حسینؓ کے بلانے کی پہلی اسکیم پاس ہوئی تو اس نے کہا انتم شیعتہ و شیعۃ ابیہ (ناسخ التواریخ وجلاء العیون) یعنی تم ہی حضرت امام حسینؓ اور ان کے والد کے گروہ میں شامل ہو امام حسینؓ جب لشکرگاہ میں پہنچتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ تم نے میرے باپ سے کون سی وفاداری کی جواب میرے ساتھ کروگے۔ جب لشکرگاہ کی طرف گئے تو ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ (جلاء العیون ص ۳۱۲) اور فرماتے ہیں۔ قد خذلنا شیعتنا۔ (خلاصۃ المصائب ص ۴۹) ہمارے شیعوں نے ہم کو بے یارومددگار چھوڑ دیا اور اسی طرح ناسخ التاریخ ص ۲۶۳ و جلاء العیون میں ہے اور نیز فرماتے ہیں ویلکم یا اھل الکوفۃ اَنَسِیتُم کُتُبَکُم وَعُھُودَکُم (ذبح عظیم ص ۲۳۵) اے اہل کوفہ تم اپنے خطوط اور وعدوں کو بھول گئے جب کہ خود امام حسینؓ فرماتے ہیں کہ مجھے کوفیوں نے بلایا تھا اور یہ ان کے خط ہیں مگر اب وہی میرے قتل کرنے کے درپے ہیں (ناسخ التواریخ ص ۱۵۹ وخلاصۃ المصائب ص ۱۱۵) حضرت امام زین العابدینؓ فرماتے ہیں کہ جب یہی ہم پر روتے ہیں تو پھر کوئی بتائے کہ اور کس نے ہم پر یہ ستم توڑا اور ہمارے بڑوں کو قتل کیا (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۴۳) حضرت زینبؓ فرماتی ہیں اے اہل کوفہ اور اے اہل مکر وحیلہ تم نے ہی ہمیں قتل کیا اور تم ہی ہم پر ماتم کرتے ہو (جلاء العیون) علامہ خلیل قزوینی صافی شرح کافی میں لکھتے ہیں۔ باعث کشتہ شدن ایشاں صلوۃ اللہ علیہم تقصیر شیعہ امامیہ است از تقیہ و مانند آں۔ خطوط لکھنے والوں نے امام کی شہادت کے بعد اقرار کیا کہ ہم سے جرم عظیم ہوا تو یہ کرو (مجالس المؤمنین) مگر قتل کرنے اور کروانے کے بعد توبہ کا کیا معنیٰ؟

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

خلاصۃ المصائب ص ۲۰۱ و ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ ص ۱۷۴ و تلخیص مرقع کربلا ص ۱۰۱ میں ہے لیس فیھم شامی ولا حجازی بل جمیعھم من اھل الکوفۃ۔

کہ قاتلین امام حسینؓ نہ تو شامی تھے اور نہ حجازی بلکہ سب کے سب اہل کوفہ تھے۔ وللتفصیل راجع مبسوطات۔

خلاصۃ المصائب ص۲۹ میں ہے کہ حضرت امام حسینؓ عین میدان جنگ میں فرماتے ہیں قد خذلنا شیعتنا۔ شیعان ما دست، از یاری باز بر داشتند (جلاء العیون) ہمارے شیعوں نے ہماری مدد کرنے سے ہاتھ اٹھالیا ہے۔ اور ایسا ہی ناسخ التواریخ ص۱۶۳ میں ہے اور حضرت امام حسینؓ کو شہید کرنے اور کروانے کے بعد آج تک وہ قاتلوں پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں اور ماتم کناں ہیں مگر۔

خون ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے
کیوں وہ بیٹھے ہیں مری نعش پہ دامن ڈالے

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے اور حق پر ثابت قدم رہنے کی توفیق دے۔

الحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطنا و صلی اللہ تعالیٰ علی النبی و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ وسلم کثیراً۔

وانا العبد الاحقر محمد سرفراز خاں صفدر الحنفی مذہباً
والدیوبندی مسلکاً والحسینی مشرباً و السواتی نسباً
والہزاروی مولداً

مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کی مطبوعات

- خزائن السنن — تقریر ترمذی طبع سوم
- احسن الکلام — مسئلہ فاتحہ خلف الامام کی مدلل بحث طبع ہفتم
- تسکین الصدور — مسئلہ حیات النبی ﷺ پر مدلل بحث طبع ہفتم
- الکلام المفید — مسئلہ تقلید پر مدلل بحث
- ازالۃ الریب — مسئلہ علم غیب پر مدلل بحث طبع ہفتم
- راہ سنت — بدعات پر لاجواب کتاب
- آنکھوں کی ٹھنڈک — مسئلہ حاضر و ناظر پر مدلل بحث
- احسان الباری
- طائفہ منصورہ
- ارشاد الشیعہ — شیعہ نظریات کا مدلل جواب
- درود شریف — پڑھنے کا شرعی طریقہ
- عبارات اکابر
- تبلیغ اسلام
- گلدستہ توحید — مسئلہ توحید کی وضاحت
- دل کا سرور
- راہ ہدایت
- بانی دار العلوم دیوبند
- ینابیع
- چراغ کی روشنی
- مسئلہ قربانی — قربانی کی فضیلت ... پر مدلل بحث
- عیسائیت کا پس منظر
- مقالہ ختم نبوت — قرآن و سنت کی روشنی میں
- المسلک المنصور
- اتمام البرہان — رد توضیح البیان
- حلیۃ المسلمین — داڑھی کا مسئلہ
- توضیح المرام — فی نزول المسیح علیہ السلام
- آئینہ محمدی
- شوق حدیث — حجیت حدیث پر مدلل بحث
- ملا علی قاری
- تنقید متین — بر تفسیر نعیم الدین
- باب جنت بجواب راہ جنت
- الکلام الحاوی
- مودودی صاحب کا غلط فتویٰ
- تفریح الخواطر — بجواب تنویر الخواطر
- چہل مسئلہ — حضرات بریلویہ
- عمدۃ الاثاث — تین طلاقوں کا مسئلہ
- الشہاب المبین بجواب الشہاب الثاقب
- اظہار العیب — بجواب اثبات علم الغیب
- سماع موتیٰ
- چالیس دعائیں
- مقام ابی حنیفہ
- صرف ایک اسلام
- حکم الذکر بالجہر
- شوق جہاد
- اطیب الکلام — ملخص احسن الکلام
- انکار حدیث کے نتائج — منکرین حدیث کا رد
- مرزائی کا جنازہ اور مسلمان
- مولانا ارشاد الحق اثری کا مجذوبانہ واویلا
- اخفاء الذکر — ذکر آہستہ کرنا چاہیے

مطبوعات عمر اکادمی

- بخاری شریف
- خزائن السنن
- جنت کے نظارے
- حمیدیہ
- امام ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع
- غیر مقلدین کے متضاد فتوے
- انکشاف حقیقت
- ایضاح سنت / مصباح سنت
- وضوء کا مسنون طریقہ
- جواب مقالہ
- شرح الکافیہ
- بدعت ہے